SENATE DEBATE

SENATE OF PAKISTAN

Monday, July 8, 1985.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (the State Bank Building), Islamabad at 9.30 a.m. with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ
الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى
عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝
اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ
حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ (اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب واقع ہو۔ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ، پھر تم کو مدد نہیں ملے گی اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو کہ (مبادا) اس وقت کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے خدا کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔

یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔

یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔

SENATE DEBATE

SENATE OF PAKISTAN

Monday, July 8, 1985.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (the State Bank Building), Islamabad at 9.30 a.m. with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝
وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ
الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى
عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝
اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ
حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ (اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب واقع ہو۔ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ، پھر تم کو مدد نہیں ملے گی اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو کہ (مبادا اس وقت کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے خدا کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔

یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔

یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔

ملک فرید اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر! جناب چیئرمین! کل جس سیاسی کمیٹی کا اعلان کیا گیا ہے ایوان میں، تو اس میں وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے کوئی رکن اس کمیٹی کا ممبر نہیں بنایا گیا ہے۔ جناب والا! وزیر انصاف سے یہ گزارش ہے کہ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ صوبہ سرحد کا حصہ نہیں بلکہ اس کے علیحدہ ۸ سینیٹرز اس ہاؤس میں موجود ہیں۔ اس کمیٹی میں قبائلیوں کو جو شمولیت نہیں دی گئی اس کا یہی مطلب ہے کہ اہم ملکی اور غیر ملکی جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان میں قبائل کی رائے کو شامل نہیں کیا جاتا اور یہ کمیٹی جب اپنی رپورٹ پیش کرے گی تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ ۳۰ لاکھ کے قریب قبائل کی رائے اس رپورٹ میں شامل نہیں ہوگی۔ اگر وزیر انصاف کا یہی انصاف ہے تو ہم لنڈورے ہی بھلے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں آپ کا جو نقطۂ نظر ہے مجھے قوی امید ہے کہ وزیر انصاف نے اس کو نوٹ کیا ہوگا لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ کل یہی ریزولیوشن آیا تھا، اس ہاؤس نے متفقہ طور پر اس ریزولیوشن کو منظور کیا تھا۔ اس وقت اگر یہ پوائنٹ اٹھایا جاتا تو اس وقت حق بجانب ہوتا لیکن آج یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بن سکتا۔ باقی وزیر انصاف میرے خیال میں اس کے متعلق وزیر اعظم صاحب سے کنسلٹ کریں گے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ حکومت قبائلی علاقوں کو جن کی نمائندگی آپ کرتے ہیں ان کی رائے کو کوئی وقعت نہیں دیتی۔ میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہوگا۔ باقی کمیٹی کی ایک محدود تعداد ۱۲ آدمی منظور کی گئی لیکن اگر وزیر انصاف صاحب ابھی یا بعد میں اس پر کچھ اظہار خیال کرنا چاہیں تو وہ فرمائیں۔

جناب اقبال احمد خان: شکریہ، جناب چیئرمین! جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے درست طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں کوئی علاقائی تخصیص کرنا مقصد نہیں تھا۔ سارے علاقے پاکستان کے ہیں اور میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر پاکستانی دوسرے علاقے کی بھی اسی طرح نمائندگی کرتا ہے جس طرح وہ اپنے علاقے کی کرتا ہے۔ بہرحال معزز رکن نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ قبائلی علاقے سے بھی ایک رکن کی شمولیت ہونی چاہیے۔ میں ان کے جذبات وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کر دوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کی جو شکایت ہے وہ دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب جمال سید میاں :۔ پوائنٹ آف ایکسپلینیشن ! جناب چیئرمین ! اس بارے میں قبائلی علاقے سے ایک رکن کا شامل ہونا زیر غور ہے ۔ پرائم منسٹر صاحب نے اس کا ذکر بھی میرے ساتھ کیا تھا ۔ تو یہ بھولی ہوئی بات نہیں ہے، میرے خیال میں کوئی اومیشن ہوا ہے کل جب کہ میں یہاں پر حاضر نہیں تھا ۔

جناب چیئرمین :۔ یہ پوائنٹ اس وقت اٹھایا جا سکتا تھا جب یہ ریزولیوشن ایوان کے سامنے تھا ۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے ۔ اگر نماز وقت پر نہ پڑھی جائے تو قضا نماز ہوتی ہے ۔ اور اب قضا نماز کا کچھ وزیر انصاف صاحب انتظام کر رہے ہیں ۔ اب ہم ایجنڈے کی طرف آتے ہیں ۔ وقفہ سوالات ۔ پہلا سوال مولانا کوثر نیازی صاحب کے نام پر ہے ۔

STARRED QUESTIONS AND ANSWERS

Books alongwith names of the authors

16. ***Maulana Kausar Niazi**: Will the Minister for Education be pleased to state the names of the authors, whose books were approved for purchase and purchased by the Ministry for different libraries, schools and colleges from the 5th July, 1977, todate indicating also the number and value of such books ?

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo: (1) In order to enrich the libraries of Federal Government's Primary and Secondary Schools with useful books, a list of books approved by the Ministry of Education was sent to Federal Government Educational Institutions Directorate for circulation to the Heads of the said schools. Payment for the books approved was made by the Directorate to whom a sum of Rs. 5,56,700 was provided by the Ministry.

The title of these books, names of authors and their value are given in the list placed at Annex A and B.

(2) In addition, books for Rs. 78,401.45 were purchased for the reference library of the Ministry. The list of books is at Annex 'C'. Encyclopaedia and Dictionaries were also purchased for the library

[Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo]

of Pakistan National Commission for Cooperation with UNESCO, Ministry of Education at a cost of Rs. 20,724.80. Their list is at Annex 'D'.

Lists have been placed in the library.

میاں محمد یاسین خان وٹو: جناب والا! اس سوال کے سلسلہ میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اردو میں جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ اصل میں جواب کی صحیح عکاسی نہیں کرتا۔ انگریزی میں تو درست ہے۔ اردو کی کاپی میں غلطی ہو گئی ہے۔ (الف) کے جواب میں رقم غلط لکھ دی گئی ہے۔ ہے ۲۰،۷۲۴،۸۰ رقم میں جواب کے (ب) ہے ۵،۵۶۷،۰۰ کی بجائے ۲۰،۷۲۴،۸۰ اور وہاں اعشاریہ نہیں لکھا گیا ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ جو فہرستیں ہم نے ساتھ منسلک کی تھیں وہ چھاپی نہیں جا سکیں، مجھے دفتر کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے وہ چھاپی نہیں جا سکیں۔ لیکن اس کی کاپی فاضل رکن کو دے دی گئی ہے۔ اور آپ کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین! فاضل وزیر اگر اپنی دی ہوئی فہرست کا مطالعہ فرمائیں تو اس میں شاید وہ یہ نوٹ کر سکیں کہ جو کتابیں ان کی منسٹری سے خریدی گئیں ان میں پرائمری سکولوں سے لے کر ہائر درجے تک وہ مصنفین جن کا تعلق ایک مخصوص سیاسی جماعت سے ہے دس سے زیادہ ہیں۔ کیا فاضل وزیر یہ بتا سکتے ہیں کہ حکومت نے ایک سیاسی جماعت کے مصنفین کے ساتھ یہ ترجیحی سلوک کیوں کیا ہے کیا ان کے خیالات وہ طلباء میں پھیلانا چاہتے ہیں؟

میاں محمد یاسین خان وٹو: جناب والا! میں فاضل ممبر کو آپ کی وساطت سے یقین دلاتا ہوں کہ ان کتابوں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا کہ کوئی مصنف سیاسی طور پر کس جماعت سے منسلک ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے اور اس کا باقاعدہ انتخاب اس وقت کے محکمہ تعلیم کے سیکرٹری اور ان کے ساتھ ایک اور اعلیٰ افسر نے مل کر کیا ہے اور اس میں اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا کہ کوئی مصنف کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کی کتابوں کے معیار کے مطابق انتخاب کیا گیا ہے۔

مولانا کوثر نیازی : کیا وزیر موصوف اس سیاسی جماعت کے علاوہ کسی دوسری سیاسی جماعت کے مصنفین کی بھی نشاندہی کر سکتے ہیں جن کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا ہو ؟

میاں محمد یاسین خان وٹو : ابھی تک تو جناب والا ! فاضل ممبر صاحب نے خود بھی یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ ان کی مراد کون سی سیاسی جماعت ہے اور کون سے مصنفین سے ہے ۔ میں عرض کروں گا کہ جہاں تک اس انتخاب کا تعلق ہے اس میں اس بات کا قطعاً خیال نہیں رکھا گیا کہ کوئی مصنف کس سیاسی جماعت سے منسلک ہے ۔ وہ تو اس کتاب کے معیار اور اس کی تحریر کے مطابق انتخاب کیا گیا ہے ۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں فاضل ممبر کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ ان کی نشاندہی کرائیں تو آپ اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں گے ۔

میاں محمد یاسین خان وٹو : جناب والا ! میں اس بات پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ ایک مصنف کو یہ حق ہے کہ وہ کسی سیاسی جماعت کا بھی ممبر ہو لیکن ہم نے یہ انتخاب اس کی سیاسی جماعت کے رکن ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا بلکہ اس کے مصنف ہونے کی بنیاد پر کیا ہے ۔ لیکن اگر اس میں کہیں کسی جگہ پر میرے فاضل دوست کے خیال میں کوئی غلط بات ہوئی ہے یا زیادتی ہوئی ہے تو وہ میرے نوٹس میں لائیں میں اس سلسلہ میں مناسب کارروائی کرنے کو تیار ہوں ۔

مولانا کوثر نیازی : جناب والا ! مجھ سے فاضل وزیر نے پوچھا ہے کہ وہ سیاسی جماعت کون سی ہے ، اس regime کے sacred cow ایک ہی تھی اب میں کیا نام لوں ۔ عیاں راچہ بیاں ۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں اگر نام نہ لیا جائے تو بہتر ہے ۔

مولانا کوثر نیازی : جی ! میں بھی یہی چاہتا ہوں ۔ اور دوسرا یہ ہے جناب والا ! کہ فاضل وزیر اگر more loyal than the king بننے کی بجائے یہ کہہ دیتے کہ ۸ سال میں ان کا حصہ نہ تھا ، یہ انتخاب کرنے والوں میں نہ تھے تو شاید زیادہ بہتر ہوتا ۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں ان نتائج پر پہنچنا یہ صحیح نہیں ہے آپ سوال پوچھیں ۔

میاں محمد یاسین خان وٹو : میرے خیال میں ممبر صاحب کئی ناراضگیاں اکٹھی کر کے میری طرف لوٹا رہے ہیں مجھے فاضل ممبر کا ذاتی طور پر بھی بے حد احترام ہے ۔ اور اگر کوئی

[Mian Muhammad Khan Wattoo]

ایسی بات ہے جسے عیاں کرنا مناسب نہیں جہاں تک میرا علم ہے وہ تو ریکارڈ کے مطابق ہوگا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے۔ جو فاضل ممبر کے علم میں ہے۔ اور میرے علم میں نہیں ہے تو وہ میرے علم میں لائیں انشاء اللہ، میں نے عرض کیا ہے، اس سلسلے میں مناسب کارروائی کی جائے گی۔

جناب شاد محمد خان: حضور والا! کیا حکومت نے کوئی ایسی پالیسی مرتب کی ہے کہ کتابوں کے چناؤ کے وقت کسی سیاسی پارٹی پر یہ Ban لگایا جائے گا یا اس پر Ban ہے کہ اس کی کتاب کو شامل کیا جائے بشرطیکہ وہ کتاب بھی معیاری ہو۔

میاں محمد یاسین خان وٹو: یہ تو جناب والا! میں فاضل ممبر صاحب کے جواب میں عرض کر چکا ہوں کہ جب ان لائبریریوں کے لئے جس میں حکومت پیسے دیتی ہے انتخاب کیا جاتا ہے تو اس میں یہ خیال قطعاً نہیں رکھا جاتا کہ کون سا مصنف کس سیاسی جماعت سے متعلق ہے بلکہ اس بات کو بالکل مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ صرف مصنف کی تصنیف کے معیار کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جناب! یہ بحث کا رنگ اختیار کر گیا ہے۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ ایک ہی سیاسی جماعت کو کیوں یہ درجہ اختصاص دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال نمبر ۱۷

AUTHORS WHOSE BOOK HAVE BEEN PURCHASED FOR ARMED FORCES' LIBRARIES

17. ***Maulana Kausar Niazi**: Will the Minister for Defence be pleased to state the names of authors, whose books have been purchased from the 5th July, 1977, todate for distribution to the Armed Forces of Pakistan or placing them in the libraries of the army indicating also the number and value of such books?

Mr. Mohyuddin Baluch: Information is being collected from the Organisations concerned and it will be placed before the House as soon as complete data is received.

Mr. Chairman: Next question No. 18.

MUNICIPALITY FOR ISLAMABAD CITY

18. ***Maulana Kausar Niazi**: Will the Minister for Local Government and Rural Development be pleased to state :

(a) whether it is a fact that, in 1981, the Government had approved a proposal to establish an elected Municipality for the city of Islamabad ;

(b) if so, whether the scheme has since been implemented ; and

(c) if not, whether Government intends to do so ; if so, when ?

Note : The Ministry which was addressed this question contained that this question did not pertain to it. The question is being pursued with other divisions.

جناب چیئرمین : اس میں میں عرض کروں کہ اس سوال کے بارے میں ہم نے پتہ کیا ہے اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہ سوال ان کا نہیں ہے کسی اور منسٹری کا ہے ۔ یہ سوال پھر انٹیریئر کو بھیجا گیا ۔ انٹیریئر نے اس وقت ایکسیپٹ نہیں کیا کہ کیبنٹ ڈویژن کا ہے ۔ بعد میں کیبنٹ ڈویژن کے کہنے پر انٹیریئر نے اب ایکسیپٹ کر لیا ہے ۔ لیکن اس اثنا میں اتنا وقت گزر گیا کہ وہ انفرمیشن جو آنریبل ممبر کو چاہیئے تھی وہ فراہم نہ ہو سکی ۔ تو انشاء اللہ جلدی ہی جیسے وہ انفرمیشن آتی ہے دوبارہ سپلائی کی جائے گی ۔

مولانا کوثر نیازی : مگر جناب والا کیا اسلام آباد بیچارہ ایسا ہی لاوارث شہر ہے کہ کوئی منسٹری اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین : نہیں اس کے وارث ذرا زیادہ ہیں ۔ اسلام آباد میں کوئی خاص اٹریکشن ہے ۔

مولانا کوثر نیازی : جی ہاں ، جس کے بہت وارث ہوں اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا ۔

جناب چیئرمین : نہیں وراثت کا مسئلہ ذرا پیچیدہ ہو جاتا ہے ۔ اگر وارث ایک سے زیادہ ہوں ۔

اگلا سوال نمبر ۱۹ ۔

19. ***Muhammad Ibrahim Reki Baluch**: Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) the expenditure incurred on the construction of National Highway-Karachi-Bela-Khuzdar-Kalat-Quetta-Chaman within the limits of Baluchistan during the last five years and proposed to be incurred during the new financial year 1985-86, separately ;

(b) whether the National Highway mentioned in (a) above has been completed within the limits of Baluchistan; if not, when is it proposed to be completed; and

(c) the length of the National Highway built in Baluchistan, in particular, and other parts of the country, in general, during the last five years, indicating also the names of the agencies entrusted with their construction and the expenditure incurred thereon ?

Mr. Mohyuddin Baluch : (a) The expenditure incurred on the construction of National Highway Karachi-Bela-Khuzdar-Kalat-Quetta-Chaman within the limits of Bluchistan is as under :—

	Rs.
1978-79	33.500 Million
1979-80	18.053 ,,
1980-81	54.000 ,,
1981-82	73.985 ,,
1982-83	21.579 ,,
1983-84	12.655 ,,
1984-85	31.436 ,, (Allocation)
1985-86	38.595 ,, (Allocation)

(b) With the completion of Wad-Kannar Section in 1983 the entire road up to Pak Afghan border has been completed

(c) New construction/improvement in provinces except KKH. 1978–84.

Punjab	729 Km
Sind	275 Km
Baluchistan	203 Km
NWFP	93 Km
Total ...	1300 Km

Percentage of Baluchistan 15.6

The work was executed through the Communications and Works Department of the concerned Province, except the improvement of the following roads which were taken up by directly the National Highways Board :–

(i)	Peshawar-Charssada	27 Km
(ii)	Khairabad-Nowshera N-5	29 Km
(iii)	Nowshera-Peshawar Overlay N-5	32 Km
(iv)	Lahore-Sahiwal N-5	138 Km
(v)	Rhori-Kot Diji N-5	43 Km
	Total ...	269 Km

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : جناب والا! آنریبل وزیر صاحب فرماتے ہیں کہ کوئٹہ چمن روڈ کمپلیٹ ہے کیا وہ بتا سکیں گے کہ اس روڈ پر کوئٹے سے چمن تک ٹریول کرنے میں کتنا ٹائم لگے گا؟

جناب محی الدین بلوچ : یہ تو منحصر ہے کہ آپ کس چیز پر سفر کر رہے ہیں اور کس سپیڈ پر جا رہے ہیں ۔

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : میں بائی روڈ پوچھ رہا ہوں ۔

جناب محی الدین بلوچ : بائی روڈ بھی آپ کسی چیز پر جا سکتے ہیں ۔

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : آپ کسی کا بتا دیں ۔

جناب شاد محمد خان : جناب والا ! روڈ میں پرسنٹیج کا خیال رکھا جاتا ہے یہاں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ صوبہ سرحد کو کم ملا ہے ۔ تو پرسنٹیج کے لحاظ سے صوبہ سرحد کو بھی ایلوکیشن ہونی چاہیئے یا نہیں ہونی چاہیئے ؟

جناب چیئرمین : میرے خیال میں اس سوال سے تو یہ ضمنی سوال پیدا نہیں ہو سکتا آپ علیحدہ سوال کر سکتے ہیں کہ صوبہ سرحد کو کتنا حصہ ملا ہے اور اس کا تناسب جو بلوچستان کو ملا ہے اس کے ساتھ کیا ہے ۔

جناب شاد محمد خان : جناب والا ! یہ کلیئر ہے کہ پنجاب میں سات سو انتیس کلومیٹر سندھ میں دو سو پچھتر کلومیٹر سرحد میں ترانوے کلومیٹر بلوچستان میں دو سو تین کلومیٹر تو اسی نقطہ نگاہ سے میں نے کہا کہ پرسنٹیج کا خیال رکھا گیا ہے یا نہیں رکھا گیا ۔

جناب محی الدین بلوچ : جناب والا ! بالکل رکھا گیا ہے ۔ ہماری جو نیشنل ہائی ویز ہیں ان کی سب سے کم لمبائی صوبہ سرحد میں ہے نسبتاً دوسرے صوبوں کے ۔ اگر آپ ہمارے سنیئے کام دیکھیں گے جو ہم نے صوبہ سرحد میں کام کیا ہے اور ان روڈوں پر بھی کام کیا ہے جو ہماری قومی شاہراہیں نہیں ہیں ۔ مثلاً چارسدہ پشاور قومی شاہراہ نہیں ہے لیکن ہم نے اس پر کام کیا ہے خیر آباد سے لیکر نوشہرہ تک ، نوشہرہ سے لیکر پشاور تک یہ پاکستان کی سب روڈوں میں بہترین حصہ ہے ۔ اس کو کارپٹ کیا گیا ہے ۔ اب اس کو ڈیولپ کیا جا رہا ہے ۔ میرے خیال میں جب آپ دیکھیں گے تو صوبہ سرحد کی ہم نے پوری نمائندگی بلکہ اس کو حصے سے زیادہ دیا ہے ۔

سید محمد فضل آغا : جناب چیئرمین ! اس سوال میں بتایا گیا ہے کہ وزارتوں سے ہمیں ہمیشہ بڑے گول قسم کے جواب ملتے ہیں ۔ جس سے ہمارے سوال کی تشنگی ختم نہیں ہوتی ہے ۔ اس سوال میں میں نے پوچھا ہے کہ اتنی زیادہ رقم جو آپ نے خرچ کی ہے تو ان لینگتھ پہ ، وہ کون سی لینگتھ ہے اس کی سپیجوایشن کیا ہے ۔ مجھے سیٹیسفائی کیا جائے جو سوال میں بتایا ہی نہیں گیا اور گول کر دیا گیا ہے ۔ اور ہمارے ہاں روڈوں کی حالت بہتر ہے میں سمجھتا ہوں جیسے رکی صاحب نے

فرمایا ہے کہ کوئٹہ جو ہمارا صوبائی ہیڈ کوارٹر ہے اس سے آپ کسی سمت بھی نکلیں تو آپ بیس میل سے اوپر ڈرائیو نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: سید صاحب اگر آپ جواب کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ نے لینگتھ آف دی نیشنل ہائیویز جو کہ پچھلے سات سال میں بنی ہیں پارٹ ڈی میں پوچھا تھا اور اس کا جواب اگلے صفحے پر کم از کم میرے ریکارڈ میں تو ہے۔

سید محمد فضل آغا: نہیں جناب یہ تخمینے کا کہا گیا ہے، میرے سوال کو کچھ امنڈ بھی کیا ہے۔ میرے سوال میں ہے length of the road in its situation کہ وہ کس پوائنٹ سے کس پوائنٹ تک بنی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ سوال جس صورت میں آیا ہے اس کا جواب میرے خیال میں تو صحیح ہے۔ لیکن اگر آپ کو پوائنٹ ٹو پوائنٹ انفرمیشن چاہیئے تو اس کے لئے آپ فریش نوٹس دیں۔

سید محمد فضل آغا: میں نے اپنے سوال میں جو آپ کے سیکرٹریٹ کو ارسال کیا ہے اس میں لکھا ہوا ہے، اگر سینٹ سیکرٹریٹ نے اس کو تبدیل کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔

جناب چیئرمین: سپیکولیشن کا میرے خیال میں کچھ اور مطلب ہو سکتا ہے۔ یہ پوائنٹ ٹو پوائنٹ کہ کہاں تک ہے وہ الگ سوال ہو جاتا ہے۔ بہرحال اگر وزیر صاحب اس پوزیشن میں ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ: جناب آنریبل منسٹر صاحب بتائیں گے کہ شاہراہ جو کوئٹہ سے تفتان تک ہے اس کے لئے کیا سکیمز ہیں۔

جناب محی الدین بلوچ: جی ہاں۔ اٹھارہ مہینے پہلے حکومت نے اس کو قومی شاہراہ قرار دیا ہے۔ نیسپیک اس کی فیزیبلٹی رپورٹ بنا رہی ہے۔ ۱۹۸۵ء کے دسمبر تک انشاءاللہ اس کی فیزیبلٹی رپورٹ مکمل ہو جائے گی۔ ڈیڑھ کروڑ روپے اس کام کے لئے الگ رکھے گئے ہیں، اور امید ہے کہ ۸۷-۱۹۸۶ء میں اس پر مکمل کام شروع ہو جائے گا۔

سید عباس شاہ: کیا وزیر موصوف صاحب فرمائیں گے کہ پشاور بنوں ڈی آئی خان روڈ کو نیشنل ہائی وے کا درجہ کیوں نہیں دیا جا رہا ہے؟

جناب محی الدین بلوچ: پاکستان میں سولہ ایسی شاہراہ ہیں جن کو قومی تحویل میں لئے جانے کا ارادہ ہے۔ مگر جیسے ہی وسائل اجازت دیتے جائیں گے ویسے ہی ہم ان کو قومی تحویل میں لے لیں گے۔ باقی یہ میں عرض کروں کہ ممبر صاحب نے یہ بڑا اچھا پوائنٹ اٹھایا ہے کہ کوئٹے سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان تک نیشنل ہائی وے ہے اور پھر ڈیرہ اسماعیل خان پر آ کر ہائی وے رک جاتی ہے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال نمبر ۲۰:

CONDITION OF NATIONAL AND INTERNATIONAL HIGHWAYS IN BALUCHISTAN

20. ***Syed Muhammad Fazal Agha**: Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the condition of the National and International Highways, passing through Baluchistan has deteriorated, causing hardships to the people of the area ;

(b) the expenditure incurred on the National and International Highways within the limits of Baluchistan during the last seven years;

(c) the names of the top supervisory officers responsible for the execution of this work;

(d) the length of National and International Highways, built during the last seven years; and

(e) if reply to (a) above be in the affirmative, the measures proposed to be adopted for the improvement of these Highways?

Mr. Mohyuddin Baluch: (a) The condition of National Highways passing through Baluchistan have in fact improved.

(b) The expenditure on National Highways in Baluchistan during the last 7 years is as under :

1978-79	45.600 Million
1979-80	19.909 ,,
1980-81	76.250 ,,
1981-82	96.566 ,,
1982-83	42.602 ,,
1983-84	53.397 ,,
1984-85	110.000 (Allocation)

(c) The names of top supervisory officers responsible for execution of this work in Baluchistan are :–

(i) Late Mr. Abdul Qayyum Malik (expired on 18th June. 1985) and now taken over by Mr. S. M. Pasha *w.e.f.* 1st July, 1985, both designated as Chief Inspector Highways, National Highways Board, Islamabad.

(ii) Mr. Aman Ullah, Secretary, Communications and Works Department, Government of Baluchistan, Quetta.

(iii) Col. Mushtaq Ali, Chief Engineer, Communications and Works Department, Government of Baluchistan, Quetta.

(d) Length of National Highways build or improved during the last five years is as under :–

Baluchistan	203 Kms.
Sind	275 Kms.
Punjab	729 Kms.
NWFP	93 Kms.
Total ...	1300 Kms.
Percentage of Baluchistan	15.6

(e) Not applicable.

جناب محی الدین بلوچ : جناب بالکل درست فرمایا ہے اور ہمارے معزز سینیٹر کا بلوچستان سے تعلق ہے۔ وہ بہت ماہر انجینیئر بھی ہیں۔ تو پوائنٹ ٹو پوائنٹ کے بجائے وہ اگر بتا دیں کہ فلاں mile stone سے فلاں mile stone تک جو ٹیکنیکل اس کا جواز ہوتا تو میں اس کا جواب دیتا۔ آپ نے میری طرف سے جو جوابات دیئے ہیں سر درست ہیں اگر آپ فرماتے ہیں تو میں ان سوالوں کو پڑھونگا ممبر کے لئے یہ کہنا ہے۔

جناب چیئرمین : باقی ایوان کا وقت ضائع ہوگا۔

[Less member is keen]

آپ ضمنی سوال اس پر پوچھیں

سید محمد فضل آغا : ضمنی سوال میں تو یہی ہے کہ fresh notice دیں۔ فریش نوٹس میں تو یہی ہے کہ مجھے Length of the roads کس پوائنٹ سے کس پوائنٹ تک بنی ہوئی ہیں۔ بتائیں۔

جناب چیئرمین : fresh notice کے موصول ہونے پر انشاءاللہ اس کا جواب دیا جائے گا۔ next question. محمد ابراہیم خان بلوچ صاحب

جناب محمد ابراہیم ریکی بلوچ : سوال نمبر ۲۱ - جناب۔

SALARY OF THE CHAIRMAN OF THE P. N. S. C.

21. ***Mr. Muhammad Ibrahim Reki Baluch**: Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) the name, qualifications, monthly salary and fringe benefits of the present Chairman of the Pakistan National Shipping Corporation ;

(b) number, names and academic qualifications of the Directors of the Corporation, indicating also their present monthly salaries and allowances and other facilities given to them, separately;

(c) the expenditure incurred on their salaries, allowances and other facilities, separately, given to them during the financial year 1983-84; and

(d) the income earned and the expenditure incurred by the Corporation during the said year ?

Mr. Mohyuddin Baluch: (a) The present Chairman of Pakistan National Shipping Corporation is Rear Admiral A. Waheed Bhombal, S.I. (M)., M.Sc., (Strategic Studies) and a graduate from Royal Staff College, London and National Defence College (1973-74). His gross salary is Rs. 8,210 per month plus fringe benefits of free furnished accommodation, free transport, free residential telephone (with ceiling) free medical facilities for self and family and retiring pension (Management Grade-I).

(b) The number of the whole time paid Directors appointed by the Federal Government is four. These Directors are drawing in addition to gross salary other facilities like unfurnished accommodation, free transport (with petrol ceiling), free residential telephone (with ceiling), free medical facilities for self and family and gratuity (Management Grade III). Their qualifications, portfolio and gross salaries are stated briefly as under :

1. Captain S.I.H. Naqvi, a Master Mariner and B.Sc. (Tech.) from University of Wales, is the Vice Chairman and Director (Commercial). His present gross salary is Rs. 7,600 per month.

2. Mr. Muhammad Rafique, B.A., LL.B., with proficiency in Financial Management and Electronic Data Processing from University of Connecticut, U.S.A., and a graduate of Pakistan Administrative Staff college, Lahore (1973), is Director (Finance). He has also passed Central Superior Services Examination in 1951 and is active officer of Accounts Group. His present gross salary is Rs. 6, 140 per month.

[Mr. Mohyuddin Baluch]

3. Captain Ziauddin Khan, a Master Marine (F.G.) from M.O.T., London is Director (Corporate Affairs and Administration). His gross salary is Rs. 7,600 per month; and

4. Rear Admiral Ghayur A. Zaidi (Retd.), H.I. (M), S.Bt., B.Sc. (Alig), a Post Graduate (Marine Engineering Specialist Course) from Royal Naval Engineering College, Plymouth, U.K., is the Director (Ship Management). His gross salary is Rs. 7,100 per month.

5. The other two Directors are M/s. jehangir Siddiqi and Mohammad Khusrow Khowaja, leading businessmen, are elected representatives of private share holders. They do not get any pay and allowances but are paid Rs. 500 for each meeting of the Board Committee.

(c) The total expenditure incurred during the financial year 1983-84 on the salaries and allowances of the Chairman and Directors is as follows :—

		Pay & Allowances Rs.	Other Facilities Rs.	Fees for meetings Rs.
(i)	Chairman	96,000	318,000	—
(ii)	Four Directors	300,000	484,000	—
(iii)	Elected Directors	—	—	25,000
		396,000	802,000	25,000

(d) The income earned by the Corporation during 1983-84 was Rs. 1,641,146,000 and the expenditure incurred was Rs. 1,938,577,000.

جناب چیئرمین : میرا خیال ہے یہ بہت ہی لمبا ہے اسے پڑھا ہوا تصور کرتے ہیں ۔

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : کیا آنریبل وزیر یہ بتا سکیں گے کہ ان افسروں میں یہ افسر کہاں کے ڈومیسائلڈ ہیں ؟

جناب چیئرمین : کن افسروں کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں ؟

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : جو شپنگ کارپوریشن میں ہیں ۔

جناب محی الدین بلوچ : مجھے جناب اس کا Officially جواب نہیں ملا ہے ۔ لہذا نہیں بتا سکتا ۔ لیکن اگر ذاتی قیاس سے کہوں تو یہ ۲ کا تعلق سندھ اربن سے ہوگا دو کا تعلق پنجاب سے ۔ ویسے اگر نیا سوال پوچھیں تو Exact جواب دے دوں گا ۔

جناب چیئرمین : اور کوئی ضمنی سوال ؟

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : Supplementry Sir دوسرا یہ ہے کہ انکم ہے ۱۶۴۱۱۴۶۰۰۰ روپے اور Expenditure ہے ۱۹۳۸۵۷۰۰۰ یہ کیوں ایسا ہے ؟ انکم کم اور Expenditure زیادہ ۔

جناب محی الدین بلوچ : آپ کس کو کہہ رہے ہیں چیئرمین کو یا PNSC کو ۔

جناب چیئرمین : کارپوریشن کی انکم کو ریفر کر رہے ہیں ، جو Part-D کا جواب ہے ۔

جناب محی الدین بلوچ : اس میں دونوں جواب دیئے ہوئے ہیں ۔

جناب چیئرمین : اگر آپ پوچھ رہے ہیں کہ

The income earned by the Corporation during 1983-84 was 1641 million and the expenditure incurred was 1938 million. According to him the expenditure in facts exceeds the income. He wants actually to have the reason for it, if possible.

جناب محی الدین بلوچ : جی ہاں ۔ ممبر صحیح فرماتے ہیں ۔ اس سال PNSC کو نقصان ہوا اور یہ PNSC کو نقصان نہیں ہوا بلکہ ساری جہاز راں کمپنیاں جو دنیا میں ہیں ان کو نقصان ہوا ہے ۔ اس سے پہلے سالوں میں دیکھیں PNSC ۱۹۸۱ تک نفع کما رہی تھی اور یہ تین سال میں ۔ ۔ ۔ ۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین : نقصان تو ہوا ہے لیکن وہ وجہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کن وجوہات پر یہ نقصان ہوا ہے ؟

جناب محی الدین بلوچ : اس کی وجہ یہ ہے کہ مال ہم نے زیادہ اٹھایا، محنت ہم نے زیادہ کی ہے لیکن قیمتیں جو تین سال پہلے تھیں وہی ہیں ۔ بہت زیادہ جہاز بہت کم مال کے پیچھے جا رہے ہیں ۔ تو اس لئے یہ نقصان اٹھانا پڑا ۔

Mr. Chairman : Yes. Mr. Ahmed Mian Soomro.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Running into loss as evident from the figure, personally I am not very good at Math, I agree, particularly, in when they are running to loss of two billion, or about three billion. Will the Government not consider winding up this things.

Mr. Chairman : Yes, Mr. Mohyuddin Baluch.

Mr. Mohyuddin Baluch : Sir, when you talk about a Corporation I think Sir, you should bear in mind the long term effects of it. I agree that, during the last 2 years it has made a loss in 1980. I give you the figures of 82-83, when it suffered a loss of 16 crore rupees. This year, so far, it has faced a loss of about one crore rupees and Insha-Allah-Tala we hope next year we will cut it more or even make a slight profit. This is an International problem being faced by the shipping Companies, which are much more efficient than us. If you wind up PNSC you will have to pay much more foreign exchange to Foreign Shippers than you are already paying.

جناب چیئرمین : شکریہ جناب حسن اے شیخ

Mr. Hasan A. Shaikh : Is the honourable Minister aware of the shipping magnets of Pakistan who have set up shipping companies either in Liberia or in other countries and are making tons of money.

Mr. Mohyuddin Baluch : Sir, I don't know about Pakistanis who got themselves registered from outside the country. Obviously they are making the money but we do not know about it.

Mr. Chairman : Right Prof. Khurshid Ahmad.

پروفیسر خورشید احمد : جناب محترم وزیر اس پر روشنی ڈالیں گے کہ اس وقت جبکہ شپنگ کارپوریشن ایک خطیر نقصان سے دوچار ہے جو اعداد و شمار چیئرمین اور ڈائریکٹرز کے دیئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ چیئرمین پر چار لاکھ چودہ ہزار روپے ایک سال میں خرچ ہوا ان کی تنخواہ اور Facilities پر ۔ اور ڈائریکٹرز کے

اوپر تقریباً دو لاکھ روپے سالانہ۔ کیا کچھ ایسا ہے کہ ایسے حالات میں اتنی خطیر رقم ایڈمنسٹریشن پر خرچ کی جائے؟

جناب محی الدین بلوچ: ویسے جی یہ ایک Matter of opinion ہے۔ لیکن ایک کمپنی جس کا Tenor دو ارب کے برابر ہوتا ہے میرے خیال سے اسی معیار پر آگئے جب وہ بین الاقوامی سطح پر deal کرتی ہے توان کے لحاظ سے یہ کوئی زیادہ نہیں ہے۔

Mr. Hasan A. Shaikh : Is the honourable Minister aware that when the Mohammadi Shipping Company was taken over by the Central Government, it had cash credit balance of over 4 crore rupees and it was handed over to the Pakistan Shipping Corporation, we had at that time a debit balance of 9 Lacs 9 crore of rupees. Is he aware of it please?

Mr. Mohyuddin Baluch : Is it true or not?

جناب حمزو خان پلیجو: جناب مجھے اجازت دیجئے۔

جناب چیئرمین: اسی پر، جی فرمایئے۔

جناب حمزو خان پلیجو: یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تمام دنیا میں تمام جہازراں کمپنیوں کو نقصان ہوا ہے۔ جب کہ اس ادارے کے پینتالیس جہاز ہیں۔ میرے خیال سے جب ادارے کو نقصان ہی ہوتا ہے تو یہ ادارہ نجی ادارے کی ایڈمنسٹریشن میں دیا جائے۔

جناب چیئرمین: یہ تو سوال نہ ہوا یہ Suggestion ہوئی، قرارداد لے آیئں۔

Mr. Hasan A. Shaikh : On his behalf, will the Minister consider the feasibility of handing over this to the private sector.

Mr. Chairman : I think this was for the honourable Member to put his question. Let us move to the next question.

Mr. Ahmed Mian Soomro : The Minister said, the loss of this year is three crore. I admit I am not good in Math. Is it 3 or 30?

Mr. Chairman : He is talking of the current year 1984-85 The information given was with regard to the year 83-84. he is talking of the current year. when the current year ends and balance sheet is prepared I think it will come before the House.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Sir, this is 83-84?

Mr. Chairman : Yes.

جناب محی الدین بلوچ : ۸۲-۸۳ء میں ۱۶ کروڑ روپے کا نقصان۔ اور ۱۹۸۵-۸۶ء جو یہ سال جارہا ہے ابھی تک اس میں ۱٫۹ کروڑ روپے کا نقصان ہمیں ہوا ہے۔

جناب چیئرمین : یہی میں نے عرض کیا کہ ۱٫۹ کروڑ کا نقصان وہ فرما رہے تھے۔ وہ current year ۸۴-۸۵ء کا تھا۔

Mr. Mohyuddin Baluch : I apologize to the Members. I correct it. it is 84-85 and these figures that I gave you 1.9 crore upto December, 1984.

Mr. Ahmed Mian Soomro : I had asked about this figure Sir. 83-84 where the honourable Minister said that the loss *i.e.* 3 crore I said that loss in 83-84 is 30 crore and not 3 crore.

جناب چیئرمین : اگر آپ اس کی Explanation کردیں تو

Mr. Mohyuddin Baluch : I think the honourable Member is correct. The figures given here of 82-83 .... (Interruption).

Mr. Chairman : It is a simple question of if you substract 1641 from 1938, you can get 30 crore or 300 million almost.

Next question No. 22.

SENIORITY OF COLLEGE TEACHERS

22. ***Malik Muhammad Ali Khan** : Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) the criteria adopted for the determination of the seniority of college teachers under the Federal Government, whether this seniority is granted subject-wise;

(b) whether it is a fact that due to lack of determination of seniority subject-wise, the promotion criteria of the Federal teachers is unsatisfactory; and

(c) whether it is a fact that some times it so happens that a senior Federal teacher in one subject is promoted against the vacant post of another subject?

Mr. Muhammad Yasin Khan Wattoo : (a) The teachers are recruited through the Federal Public Service Commission which determines the seniority on the basis of merit in each batch. Seniority is not determined subject-wise, but depends on the over all performance as judged by the Federal Public Service Commission.

(b) No, the promotion criteria include seniority-*cum*-fitness.

(c) Promotion is based on seniority-*cum*-fitness and is not linked to any particular subject.

SCHOLARS PROCEEDED ABROAD UNDER COT SCHEME

23. ***Malik Muhammad Ali Khan** : Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) the number of teachers and students who were sent abroad on foreign scholarships under the Central Overseas Scholarships Scheme from 1977 to May, 1985, province-wise;

[Malik Muhammad Ali Khan]

(b) the number of those scholars, who came back to the country, and the number of those who remained abroad after the completion of thier courses or otherwise; and

(c) the steps taken to bring back those persons, who remained abroad, alongwith the steps being taken to prevent such occurrences in future?

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo : (a) During 1977—May, 1985, 393 scholars proceeded abroad under C.O.T. scheme. Province-wise break up is as follows :—

Number		Percentage
Punjab	188	47.84%
Sind	95	24.17%
N.W.F.P.	54	13.74%
Baluchistan	21	5.34%
F/A, AJK, FATA, FANA	35	8.91%

(b) (i) 174 scholars have returned to Pakistan whereas 207 are still studying abroad. Only 12 remained abroad after completion of their studies.

(ii) Break-up of these 174 returnees is as follows :—

Returned with Ph. D.	113
Returned with M. Phil	2
Returned with M.A/M. Sc.	32
Returned without degrees	27
Total :	174

(c) The Justice Division was consulted in this regard. They have provided the services of four Lawyers of Rawalpindi/Islamabad. The Ministry has handed over, cases of defaulters to them to file civil

suits against them and their guarantors to recover the Government expenditure. Some cases have already been filed with the court. Further measures to tighten the guarantees are under consideration of the Ministry.

جناب چیئرمین : ضمنی سوال ۔ جناب شاد محمد خان صاحب ۔

جناب شاد محمد خان : ضمنی سوال، جناب ! یہ وظائف پر جو لوگ باہر بھیجے جاتے ہیں ان میں وہ ڈیپارٹمنٹل لوگ بھی شامل ہوں گے جن کو پی ایچ ڈی کے لئے بھیجا جاتا ہے کیا یہ درست ہے کہ جب وہ مطلوبہ ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد واپس آتے ہیں پاکستان میں تو ان کو متعلقہ ڈیپارٹمنٹ میں خدمات انجام دینے کے مواقع میسر نہیں آتے یہ کیوں؟ دوسری بات یہ ہے کہ باہر جو آدمی گئے ہیں اور وہ فارن کنٹریز میں رہ گئے ہیں واپس نہیں آئے ۔ ان کے لئے آپ کیا سدباب کریں گے ؟

جناب چیئرمین : جی ۔ وزیر تعلیم صاحب ۔

میاں محمد یاسین خان وٹو : پہلے سوال کے جواب میں یہ عرض کروں گا کہ سی او ٹی جو سکالرشپ ہے بذات خود یہ سکالرشپ ہی ان اساتذہ کو دیئے جاتے ہیں جو اساتذہ ٹریننگ پر جاتے ہیں اور آکر وہ یقیناً اپنی قوم کے بچوں کو مستفید کرتے ہیں اور جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ ہم نے defaulters کے خلاف کیا کارروائی کی ہے تو میرے جواب کے "ج" حصے میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف ہم کارروائی کر رہے ہیں ۔ اور محکمہ انصاف نے ہمیں چار وکلاء کے نام دیئے ہیں ان کو کیسز بھیجے جا چکے ہیں اور تعداد جیسا کہ میں نے عرض کیا بارہ ہے ان سکالرز کی جو واپس نہیں آئے ۔ باقی لوگ واپس آ گئے ہیں یا زیر تعلیم ہیں صرف بارہ لوگ واپس نہیں آئے ۔ ان کیخلاف ایک تو ہم کارروائی کر رہے ہیں ۔ اور آئندہ کے لئے ہم ضمانتوں کے لئے مزید کوشش کریں گے کہ ان کو اور سخت کر دیا جائے اور آئندہ کسی کے لئے یہ چانس نہ ہو کہ وہ وہاں جا کر واپس نہ آئے ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ۔ جناب بلوچ صاحب ۔

جناب محمد ابراہیم رکی بلوچ : ضمنی سوال جناب! کیا آنریبل منسٹر صاحب بتائیں گے کہ یہ جو سوال کے آخر میں لکھا ہے کہ "جو ڈگری حاصل کئے بغیر واپس لوٹے ۲۷" اس کا کیا مطلب ہے ؟

میاں محمد یاسین خان وٹو : اس کا جناب والا مطلب یہ ہے ۔ پہلے جیسے آپ نے تفصیل میں ملاحظہ کیا جو پی ایچ ڈی کر کے واپس لوٹے ان کی تعداد ایک سو تیرہ ہے ۔ جو ایم فل کر کے واپس لوٹے ان کی تعداد دو ہے ۔ جو ایم اے ، ایم ۔ ایس سی کر کے واپس لوٹے ان کی تعداد ۲۲ ہے ۔ اور جو ڈگری حاصل کیے بغیر واپس لوٹے ان کی تعداد ۲۷ ہے ، یہ وہ لوگ ہیں جناب جو گئے اور یا تو وہ پاس نہیں ہو سکے یا ان میں سے کوئی بیمار ہو گیا یا دیگر کسی وجہ سے وہ نہیں کر سکے اور واپس آ گئے ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ۔ اگلا سوال نمبر ۲۴ ۔

VACANT POSTS OF ASSISTANT PROFESSORS

24. ***Malik Muhammad Ali Khan** : Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) whether it is a fact that a number of posts of Assistant Professor are lying vacant, at present, in the Colleges/Universities, functioning under the Federal Government;

(b) if so, the total number of the said posts and the reasons for the posts being kept vacant so far;

(c) whether there is any proposal under the consideration of Government to fill the said posts; if so, when; and

(d) the number of Lectures in the afore-said educational institutions, who have been granted grade 18 under the move-over scheme, so far ?

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo : (a) Yes.

(b) The total number of vacant posts of Assistant Professors is as under :–

(i)	Universities	17	(which is only 17% of the total cadre=100).
(ii)	Colleges	35	(which is only 15% of the total cadre=229).

The posts have to be vacant for some time until these are filled according to the laid down procedure :

The following steps are being taken to fill up these posts :–

(i) All posts of Assistant Professors in Universities are to be filled up by direct recruitment. Accordingly 12 posts have been advertised and the remaining 5 are under porcess.

(ii) Out of 35 posts of Assistant Professors in Colleges, 17 are meant for direct recruitment (11 have been referred to the FPSC, 2 have been advertised and the remaining 4 are under process for advertisement). 18 posts are meant for promotion which are also under process.

(c) Yes, as stated above.

(d) Two.

جناب چیئرمین : ضمنی سوال ۔کوئی نہیں ہے۔سوال نمبر ۲۵ ۔اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔سوال نمبر ۲۶۔شاد محمد خان صاحب ۔

FALL IN EDUCATION STANDARD

26. ***Mr. Shad Mohammad Khan** : Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) whether it is a fact, that the standard of education is falling day by day inspite of huge investment on education;

(b) the people responsible for such deterioration;

(c) the steps which the government intends to take to check the same; and

(d) whether the government has any plan under consideration to constitute a high level commission to formulate an educational policy which will be in accord with the objective of an Islamic Welfare State?

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo : (a) There is no objective study to establish that the standards of education have experienced sustained decline. However, there is need for improvement in quality.

(b) Does not apply in view of answer to (a).

(c) The steps taken include Inservice Training of Teachers, improvement of curricula and textbooks, production of instructional materials for teachers, examination reforms, etc.

(d) No. The National Educational Policy announced in 1978 conforms to these objectives.

پروفیسر خورشید احمد: میں وزیر محترم سے کیا یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں ۔ یہ جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے کیا اس کا کوئی آبجیکٹو ان کے پاس نہیں ہے ، لیکن کیا یہ خطرے کی علامت نہیں کہ منسٹری آف ایجوکیشن نے آج تک کوئی آبجیکٹو سڈی کرانے کی

ضرورت محسوس نہیں کی حالانکہ تعلیمی معیار کا مسئلہ آج پیش نہیں کیا جا رہا ہے اور پبلک سروس کمیشن کی رپورٹس کم سے کم پچھلے تیس سالوں سے مسلسل یہ بات کہہ رہی ہیں کہ ہمارا معیار برابر گر رہا ہے۔ کیا وزارت تعلیم کی یہ ذمہ داری نہ تھی کہ وہ اس پر کوئی آبجیکٹو رپورٹ تیار کرواتی؟

جناب چیئرمین: میرے خیال میں ایک وقت میں ایک ہی سوال پوچھا جائے اور بجائے وزیر صاحب کے چیئر کو ایڈریس کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

میاں محمد یاسین خان وٹو: جناب والا! جس طرح میں نے عرض کیا اور میں نے سوال میں یہ بات واضح طور پر جواباً عرض نہیں کی کہ معیار نہیں گر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ معروضی مطالعہ نہیں کیا گیا۔ تجزیہ نہیں کیا گیا میں جناب کی وساطت سے فاضل ممبر کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ میں نے اپنے محکمہ کو ان کے سوال پر کل ہی یہ ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کہ اس کا باقاعدہ سائنٹیفک تجزیہ کرایا جائے کہ تعلیمی معیار کیا واقعی گر رہا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معیار گر رہا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں گر رہا۔ جو نتائج میرے پاس ہیں ان سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ لیکن بہرحال جب تک اس کا سائنٹیفک تجزیہ نہ کیا جائے لازمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی معیار گر رہا ہے اس کا سائنٹیفک تجزیہ کرنے کے لئے میں نے احکام جاری کر دیئے ہیں اور جب اس کے نتائج سامنے ہوں گے تو پھر میں اس سلسلے میں آگے عرض کر سکوں گا۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب وزارت تعلیم میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، ہم ایک نئی منسٹری اور ایک نئے وزیر صاحب سے ڈیل کر رہے ہیں اور انہوں نے ابھی عرض کیا کہ انہوں نے خود ہی اپنے محکمے کو ایک معروضی تجزیے کے لئے ہدایات جاری کر دی ہیں جناب شاد محمد خان صاحب۔

جناب شاد محمد خان: آٹھ سال گزرنے کے باوجود تعلیمی پالیسی کی اصلاح پر عمل نہیں ہو رہا۔ اگر ان کو وہ رپورٹ مل جائے تو وہ کیا اس کے بعد کوئی تعلیمی کمیشن مقرر کر دیں گے؟

جناب چیئرمین: یہ question of opinion ہے، سوال نہیں ہے۔ جناب جبار صاحب۔

Mr. Javed Jabbar : Would the Hon. Minister agree to coment on that the first part of this question necessitates a full-scape debate on the state of education rather than be handled through questions such as this.

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo : Sir, I would most welcome and I do not have any objection if the August House and hon. Members and the hon. Chair think it proper, it will be happy, Sir, to lay the whole thing before the House and to benefit from the discussion and the proposals and suggestions given from the hon. Members.

Mr. Chairman : Thank you very much. I think it is quite a generous offer. The House will avail of it.

Next question.

WAFAQI MOHTASIB

27. ***Mr. Shad Muhammad Khan** : Will the Minister for Justice and Parliamentary Affairs be pleased to state :

(a) whether it is a fact that two reports of the Wafaqi Mohtasib have, upto date, been submitted to the President, containing *inter-alia,* the decisions taken by him on the complaints of the public, in order to redress their legitimate grievances;

(b) whether it is a fact that the Wafaqi Mohtasib is looking into the grievances of the public only on the Federal level and there is no such arrangement on the Provincial level; and

(c) whether the Federal Government propose to extend the system of to the Provincial level; if so, when ?

Mr. Iqbal Ahmed Khan : (a) Yes.

(b) Yes.

(c) The answer is "No", because under the Constitution a law can be made by the Federation only for the establishment of the office of Federal Ombudsmen *vide* entry No. 13 in the Federal Legislative List. It is for the Provincial Governments to take action for the establishment of an office like that of the Federal Ombudsman, if they so desire.

جناب چیئرمین : کوئی ضمنی سوال نہیں ہے - اگلا سوال

IMPLEMENTATION OF EDUCATION POLICY

28. ***Mr. Shad Muhammad Khan** : Will the Minister for Education be pleased to state whether it is a fact that the previous educational policy, approved by the Federal Government, is not being implemented?

Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo : (1) The Policy announced in 1978, is being implemented. Copies of the Policy document published in 1979 are placed on the table of the House.

Mr. Shad Muhammad Khan : Is it a fact that this education policy is not strictly adhered to and in violation of that English medium is being given all the time in private schools particularly. So, there is disparity between the private schools and the Government schools. Why is it so?

جناب چیئرمین : میرے خیال میں جب ہم انگلش میڈیم کے متعلق کوئی شکایت ذکر کر رہے ہیں تو ہمیں اپنا اظہار اردو میں کرنا چاہیئے۔

جناب شاد محمد خان : جناب والا ! یہ پالیسی کے متعلق عمل نہیں ہو رہا اور اس کی صورت یہ ہے کہ پرائیویٹ سکولوں میں انگریزی کو ترجیح دی گئی ہے اور ایک مختلف کلاس پیدا کی جا رہی ہے جو کہ پالیسی سے مطابقت نہیں رکھتی لہذا آپ اس پر کیا اقدامات کرنے والے ہیں ؟

میاں محمد یاسین خان وٹو : جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک ہماری قومی زبان کا تعلق ہے اس سلسلے میں ہماری حکومت تمام اقدامات کر رہی ہے۔ لکھنے والوں کی یعنی

[Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo]

مصنفین کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے دیگر ریسرچ کا کام ہو رہا ہے اور قومی زبان کو ترقی دینے کیلئے بہت سارا کام خدا کے فضل سے ہو رہا ہے اور ہو گیا ہے تعلیمی اداروں میں بھی قومی زبان ہر جگہ پر لازمی ہے لیکن میں نہایت ہی ادب سے جناب کی وساطت سے ایوان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انگریزی زبان بھی ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اس زبان کی بھی بین الاقوامی طور پر بڑی اہمیت ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تو ہمیں حکم ہے کہ چین سے بھی پرے جا کر ہم علم حاصل کریں۔ میں عرض کروں گا کہ تعصب سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ یہ ایک بین الاقوامی زبان ہے جس میں بڑی تحقیق ہو رہی ہے جس میں بڑا کام ہو رہا ہے ہم اس زبان کی بھی حوصلہ شکنی نہیں کرنا چاہتے۔ میں آپ کی وساطت سے نہایت ادب سے عرض کروں گا اور ایک مسلمان کی حیثیت سے میں محسوس کرتا ہوں کہ حصول علم میں ہمارے سامنے کوئی تعصب نہیں ہے اور فاضل ممبر صاحب کی اطلاع کے لئے میں عرض کروں گا کہ اس میں کوئی قباحت کی چیز نہیں ہے کہ ہم انگریزی زبان کی بھی مناسب ترویج پر توجہ دیں۔

قاضی حسین احمد: کیا وزیر تعلیم صاحب یہ فرمائیں گے کہ ایک دفعہ وزارت تعلیم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پرائمری تعلیم اردو میڈیم میں ہو گی اور انگریزی میڈیم پرائمری میں ختم کر دی جائے گی۔ اور اس کے لئے شیڈول بھی مقرر کر دیا گیا تھا کہ فلاں تاریخ سے لیکر آہستہ آہستہ فلاں وقت تک ختم کر دی جائے گی۔ کیا اس پالیسی میں کوئی تبدیلی آ جائے گی۔

میاں محمد یاسین خان وٹو: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ اس خاص سوال میں جنرل پالیسی کی بات تھی اگر اس خاص موضوع پر میرے فاضل دوست سوال دے دیں یا جس طرح ایک دوست نے تجویز فرمایا کہ اس پر باقاعدہ بحث ہو جائے تو میں اس سوال کا جواب زیادہ خوشی سے دوں گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تازہ سوال جناب بلیجو صاحب۔

جناب حمزو خان پلیجو: پاکستان بننے کے بعد انگریزی سکولوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور انہی لوگوں کی اچھی سروسز میں یا فیڈرل پبلک سروس کمیشن یا سی ایس پی سروس یا فارن سروس میں سیلیکشن ہوتی ہے جو انگریزی سکولوں سے پڑھ کر آتے ہیں۔ لیکن جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں یا جو چھوٹے شہر ہیں وہاں انگریزی سکولوں کا نام و نشان نہیں ہے اور

اس لئے میں گزارش کروں گا کہ جب انگلش سکولوں کو ترجیح دی جاتی ہے تو چھوٹے شہروں یا دیہات کے لوگوں کو بھی وہاں ایسے مواقع میسر ہونے چاہئیں کہ وہ لوگ بھی اس ملک کی تعلیم میں اور ترقی میں صحیح معنوں میں شریک کار ہو سکیں ۔

جناب چیئرمین ! یہ سوال میری دانست میں پبلک سروس کمیشن اور اسٹیبلشمنٹ ڈویژن یعنی پالیسی آف ریکروٹمنٹ کے متعلق ہے اگر وزیر تعلیم صاحب کوئی جواب دے سکیں تو دے دیں ۔ ورنہ اگر آپ سوال کا تازہ نوٹس دے دیں تو زیادہ صحیح رہے گا ۔

میاں محمد یاسین خان وٹو : میرے خیال میں جو آپ نے فرمایا ہے وہ زیادہ مناسب ہوگا ۔ ویسے جہاں تک میری ذاتی اطلاع کا تعلق ہے جب امتحانات ہوتے ہیں تو جو لڑکے کسی مضمون میں اچھے ہوتے ہیں وہ سیلیکٹ ہو جاتے ہیں اس میں دیہاتی اداروں کے پڑھے ہوئے بچے بھی ہوتے ہیں ۔ کئی بہت اچھے اداروں کے لڑکے جو نالائق ہوتے ہیں وہ سیلیکٹ نہیں ہوتے ۔

DOMICILE-WISE SUMMARY OF DIRECTORS/GENERAL MANAGERS IN PIA

29. ***Mr. Ahmed Mian Soomro** : Will the Minister for Defence be pleased to state the number of directors or officers of equivalent grade, and the General Managers and officers of equivalent grade in the Pakistan International Airlines Head Office at Karachi with their domicile province-wise?

Mr. Mohyuddin Baluch : The required information is available at Annexures 'A' and 'B'.

<u>Annexure A</u>

DOMICILE-WISE SUMMARY OF DIRECTORS

	Punjab	Sind (U)	N.W.F.P.	Balu-chistan	Total
Regular	4	1	1	1	7
Deputationists	1	–	1	–	2
On Contract	2	–	–	–	2
Total :	7	1	2	1	11

Annexure B

DOMICILE-WISE SUMMARY OF GENERAL MANAGERS & EQUIVALENT

	Punjab	Sind (U)	Sind (R)	N.W.F.P.	Baluchistan	FATA	Azad Kashmir	Total
Regular	29	22	2	4	2	–	1	60
Deputationists	3	2	–	2	–		–	7
On Contract	2	3		–	–			5
Total :	34	27	2	6	2		1	72

Mr. Ahmed Mian Soomro : May I know the name of the regular Director who is supposed to be from Sind.

Mr. Chairman : Fresh notice is required.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Why there is no one taken from Sind rural?

جناب محی الدین بلوچ : جناب اس میں تو خالی سندھ اربن کا دیا ہوا ہے ۔ شاید رورل کا آپ نے نہیں پوچھا اس لئے انہوں نے نہیں دیا ۔

ایک فاضل رکن : جناب والا ! یہ جو بلوچستان کے ڈائرکٹرز ہیں ان کے نام بتائے جا سکتے ہیں ؟

جناب محی الدین بلوچ : میرے پاس نام نہیں ہیں ۔

جناب چیئرمین : اس کے لئے نوٹس چاہیئے ہوگا ۔

Mr. Ahmed Mian Soomro : What is the method of appointment of these Directors and General Managers?

Mr. Mohyuddin Baluch : These are the categories .....

رگیولر بھی ہو سکتا ہے ، ڈیپوٹیشن پر بھی لیا جا سکتا ہے اور کنٹریکٹ پر بھی رکھا جا سکتا ہے ۔

سید عباس شاہ : کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ جنرل منیجر کی لسٹ میں صوبہ سرحد اور فاٹا کو مناسب نمائندگی نہیں دی گئی ہے ۔ اس کے سدباب کے لئے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں ؟

جناب محی الدین بلوچ : گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ آئین کے مطابق جو پروسیجر ہے یہ لوگ اس کے مطابق رکھے جاتے ہیں۔ جو کمی ہے کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ کمی پوری کی جائے اس میں کچھ تکلیف یہ ہے کہ جو افسر وہاں پہلے سے ہیں ان کی مدت جب تک ختم نہیں ہوجاتی۔ اس وقت تک نئے لوگ نہیں لگائے جا سکتے۔

جناب چیئرمین : اگلا سوال نمبر ۳۰

قاضی عبداللطیف : سوال نمبر ۳۰

QAZI COURTS

30. ***Qazi Abdul Latif** : Will the Minister for Justice and Parliamentary Affairs be pleased to state :

(a) the number of Committees of the former Majlis-i-Shora constituted to work on the draft of Qazi Courts;

(b) the names of the Chairman of these Committees;

(c) the number of their Members; and

(d) the number of meetings held and the details with regard to the expenditure incurred thereon?

Reply will follow.

جناب اقبال احمد خان ! جناب چیئرمین ! اگر مجھے اجازت دی جائے اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی انفارمیشن فراہم کرنا وزارت عدلیہ کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ فیڈرل کونسل آرڈر کے تحت، نیشنل اسمبلی سیکرٹریٹ اس سے انتظام کا ذمہ دار تھا اور اس کے بزنس کو ریگولیٹ کرنا اسی کی ذمہ داری تھی۔ جناب والا ! جب فیڈرل کونسل کا قیام عمل میں آیا تو اس کا انتظام نیشنل اسمبلی کے سپرد کیا گیا اور فیڈرل کونسل کا سارا بزنس نیشنل اسمبلی کے رولز آف پروسیجر اور کنڈکٹ آف بزنس کے مطابق ریگولیٹ کیا جاتا تھا۔ اور آئین کے آرٹیکل ۸۷ کے مطابق فیڈرل کونسل یا نیشنل اسمبلی کا سیکرٹریٹ ایک آزاد و خود مختار ادارہ ہے اس کا کسی منسٹری کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اس

نے وزارت عدلیہ ان سے کسی قسم کی انفرمیشن اکٹھی نہیں کر سکتی اور جناب والا! اس سلسلے میں آپ کی توجہ رول ۴۷ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ رولز آف پروسیجر اینڈ کنڈکٹ آف بزنس آف دی سینیٹ کے مطابق اگر کوئی انفارمیشن نیشنل اسمبلی سیکرٹریٹ یا سینیٹ سیکرٹریٹ سے حاصل کرنا ہو تو وہ سوال کے اس طریقے سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

Sir, according to Rule 47 of the Rules of Procedure and Conduct of Business of the Senate :

Questions relating to the Secretariat of Senat may be asked through the Chairman by means of private communication and not otherwise.

اسی طرح کی ایک پرویژن نیشنل اسمبلی کے رولز آف بزنس میں بھی ہے۔ اس وجہ سے میری یہ گزارش ہے کہ یہ سوال اس طریقے سے یہاں دریافت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال آپ کا حکم ہوا تو میں نے نیشنل اسمبلی سیکرٹریٹ سے انفرمیشن حاصل کی ہے اور ان کا میں شکر گزار ہوں کہ اگرچہ وہ ہمیں یہ انفرمیشن پرووائڈ کرنے کے پابند نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے دی ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں؟

جناب چیئرمین : مجھے اس بات کا احساس ہے کہ یہ کلیر کٹ منسٹری آف جسٹس کے نیچے نہیں آرہا تھا۔ ایک وہ گرے ایریا میں تھا۔ لیکن چونکہ سوال معزز ممبر کے نقطۂ نظر سے اہم تھا، تو ہم نے کہا کہ ان کو جو انفارمیشن سپلائی کی جا سکے وہ کی جائے، اور ہم آپ کے مشکور ہیں کہ جہاں سے بھی آپ نے اطلاع لی اور یہ انفرمیشن ان تک پہنچا دی۔ تو آپ پڑھیئے۔

Mr. Iqbal Ahmad Khan : Two committees worked on the draft of establishment of Courts of Qazi Ordinance, 1981, namely Standing Committee on Law & Parliamentary Affairs.

(2) Select Committee constituted by the Chairman, Federal Council under sub-rule 2 of Rule 169 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly, 1973.

Mr. Hasan A. Shaikh : Point of Order. The answer has been laid on the table of the House. It is with the Member.

Mr. Chairman : It can be considered as read, I agree.

جناب قاضی صاحب! کوئی ضمنی سوال ہے ؟

قاضی عبداللطیف : جناب والا گزارش یہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین : نہیں وہ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے ۔

قاضی عبداللطیف : وہ مہربانی کرکے دوبارہ یہاں سنا دیں اس لئے کہ میں وہ اردو میں سن رہا ہوں، تو وہ مکمل ہو جائے گا ۔

جناب چیئرمین : اچھا اردو میں نہیں ہے آپ کے پاس ؟

قاضی عبداللطیف : اردو میں نہیں دیا گیا ۔

جناب چیئرمین : اگر اردو میں نہیں دیا گیا تو پھر میرے خیال میں پڑھنا ہی پڑے گا ۔

Mr. Mohammad Akram : Point of Order. This business of the question being read and the answer be considered as read, unless this is provided to us one night before so that we actually read it and come here and if it is considered as read we are hardly able to read. Either you provide this copy one night before so that we read it and come here.

Mr. Chairman : This question was raised yesterday and my instructions to the Secretariat are that these questions as soon as they are answered, should be circulated to the Members. There is actually a provision in the rules also how these questions should be treated and I read that out. "Answers to questions which Ministers propose to give in the Senate shall not be released for publication until the answers actually be given on the floor of the Senate or laid on the table." Now, this is actually a precautionary measure.

احتیاطاً اس کے لئے نہیں کر رہے ۔ کل بھی جب میں نے آپ کو کہا کہ ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو جتنی جلدی پہنچا سکیں پہنچا ئیں ۔ یہ میں نے سامنے عرض کیا تھا ۔

provided you can take care of the confidentiality and secrecy of the answers given.

کیونکہ یہ اسی ایوان کا بریچ آف پریویلج **(Breach of Privilege)** ہوگا اگر یہ جواب ایوان کے اندر نہ دیا جائے اور وہ پہلے سے پریس کو پہنچ جائے ۔ تو میرے خیال میں یہ ایک طریقہ کار ہے آئندہ کے لئے آپ سوچ لیں کہ کیا ہو سکتا ہے لیکن زیادہ

تو مقصد یہ ہے کہ جو ممبر وہ سوال اٹھاتا ہے کم از کم اس کو اتنا ٹائم ملے کہ وہ اپنا جواب پڑھ لے اور کوئی سپلیمنٹری اگر اٹھانا چاہے اور اس سے کوئی دوسرا ممبر سپلیمنٹری اٹھانا چاہتا ہے۔

on the basis of whatever discussion takes place in the House, he can do that.

وہ کر سکتا ہے۔

جناب محمد اکرم: میری گزارش یہ ہے کہ جب تک یہ روٹین سرکولیشن رات کو کم از کم نہ ہو تو یہ سوالات جو ہیں۔

by the honourable Minister and by the honourable gentleman who has raised this question. This is my humble suggestion, Sir.

جناب چیئرمین: اسی کا جواب کل میں نے دیا تھا اور آپ کو explain کیا تھا۔ آج پھر تقریباً اس کو دہرا رہا ہوں کہ آج سوا آٹھ بجے کے قریب سوالات کے جواب مجھے ملے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ سوا ڈیڑھ گھنٹہ ضرور ہوتا ہے جس میں آپ ان کو دیکھ لیں اگر آپ ہاؤس میں ذرا پہلے تشریف لے آئیں تو وہ آپ کو یہاں بھی مل جائیں گے۔

Mr. Hasan A. Shaikh: Originally, the answers were never supplied at all even when they were read in the House. This question was raised in 1965 Assembly and then as a matter of indulgence by the Chair it was provided that answers should be kept on the table of the House on the day that answers is to be given to the House not to the Member, and that is how this is done. If the answers are to be supplied earlier to the Members, as you rightly said, the question of confidentiality and the question of privilege of the House is involved, unless the oral answer is given to the House how can it be supplied to anybody else outside the House?

Mr. Chairman : Thank you very much for the explanation. I think in the original view of things it was considered to be matching wits between the Minister and the Member who was asking the question. This was the whole business. Later on the business of the Government became so complicated and the questions, which are

actually asked, became so complicated, for example somebody was asking the Minister to give the total profit and the total expenditure running in thousands of millions of rupees equal types a figure of that type. Unless you are very familiar with that figure you can not give that. So, this is why actually it is the written answer and this is why the answer is given a little in advance. I think, this is how the change came in. We move away from the original matching of wits between Minister and Member to something which was in accord with the given situation or the objective realities. Now we have taken a lot of time on this. We move to the next one.

Mr. Mohammad Akram : Copy may be provided to us one night before.

Mr. Chairman : An effort would be made provided you can assure confidentiality and provided we can provide them in time.

قاضی عبداللطیف: جناب عالی میرے سوال کا جواب؟

جناب چیئرمین: جی آپ کے سوال کا جواب اردو میں وہ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

جناب اقبال احمد خان: (الف) ڈرافٹ اسٹیبلشمنٹ کورٹس آف قاضی پر دو کمیٹیاں مقرر کی گئیں تھیں ایک سٹینڈنگ کمیٹی لاء اینڈ پارلیمانی آفیئرز اور دو سلیکٹ کمیٹیاں جنہیں فیڈرل کونسل کے چیئرمین نے مقرر کیا تھا۔ (ب) سب رول (۲) آف رول ۱۶۹ رولز آف پروسیجر اینڈ کنڈکٹ آف بزنس نیشنل اسمبلی کے مطابق جناب سید شریف الدین پیرزادہ سابقہ وزیر قانون و پارلیمانی امور اس سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ خواجہ محمود احمد منٹو جو فیڈرل کونسل کے رکن تھے جن کو جناب چیئرمین نے نامزد کیا تھا وہ سلیکٹ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔

(ج) سٹینڈنگ کمیٹی لاء اینڈ پارلیمانی آفیئرز چیئرمین کے علاوہ دس اراکین پر مشتمل تھی۔ سلیکٹ کمیٹی کے چیئرمین کے علاوہ چودہ اراکین فیڈرل کونسل پر مشتمل تھی۔ سٹینڈنگ کمیٹی لاء اینڈ پارلیمانی آفیئرز کی تین میٹنگیں ہوئی تھیں۔ ایک میٹنگ ۲۴-۲-۸۲ کو صبح کے وقت دوسری ۲۵-۲-۸۲ کو صبح کے وقت، تیسری ۲۵-۲-۸۲ کو شام کے وقت، اور سلیکٹ کمیٹی کی چھ

میٹنگیں ہوئی تھیں۔ ۲۸، ۲۹، ۳۰ نومبر کو اور ۲۰، ۲۱، ۲۲ دسمبر کو کل دونوں کمیٹیوں کی ۹ میٹنگیں ہوئیں۔ جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ سٹینڈنگ پر ۲۹ ہزار ۲۰۸ روپے ۵۰ پیسے، سلیکٹ کمیٹی پر ۹۹ ہزار ۲۷ روپے ۱۰ پیسے، ٹوٹل ایک لاکھ ۲۸ ہزار ۲۸۰ روپے ۶۰ پیسے۔ اس میں چھپائی اور دوسری رپورٹوں کی تیاری پر جو اخراجات آئے وہ ۳۰ ہزار ۷۸۴ روپے ۵۴ پیسے، اور ٹوٹل اس طرح اخراجات ایک لاکھ ۵۹ ہزار ۶۵ روپے ۱۴ پیسے ہوئے

جناب چیئرمین: قاضی صاحب کوئی ضمنی سوال؟

قاضی عبداللطیف: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اتنی کمیٹیوں کے باوجود بھی کیا اس مسودے کے اندر کوئی خامی رہ گئی تھی کہ اس کو قانونی شکل نہیں دی گئی؟

جناب اقبال احمد خان: جناب والا! اس اسمبلی کے قیام سے پہلے فیڈرل کونسل نے یہ مسودہ تیار کیا تھا اور اس کے متعلق میں حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ کن وجوہات کی بناء پر وہ نافذ نہ ہو سکا، اور اب اس کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور اس کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں قانون کے مطابق پیش کیا جائے گا۔ ان کی منظوری کے بعد یہ قانون کی حیثیت اختیار کر سکے گا

قاضی عبداللطیف: جناب والا! اس کا مقصد یہ ہے کہ اس عدالتی نظام کو آپ دیدہ دانستہ موخر کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ نظام بدلے ہی نہیں، اور وہی پرانا نظام چلتا رہے جس کے اندر ۱۹۴۷ء کے مقدمات آج تک چل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: قاضی صاحب! یہ ایک رائے ہے جس کا آپ کو پورا حق ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے یہ سوال نہیں بنتا۔

مولانا سمیع الحق: میں جناب وزیر قانون صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا وہ بتا سکیں گے کہ آئندہ جو یہ مسودہ دونوں ایوانوں میں آئے گا اور کمیٹیاں بنیں گی ان کے مصارف کا تخمینہ کیا ہوگا۔ اس پر مزید کتنے مصارف آئیں گے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں یہ بالکل hypothetical ہے اور وزیر صاحب کو اس کے جواب سے معذور سمجھیں۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال۔ کیونکہ ٹائم ختم ہو رہا ہے اس لئے یہ آخری سوال ہوگا۔

قاضی عبداللطیف : سوال نمبر ۳۱ -

CONSTRUCTION OF PRIVATE AIRPORT

31. ***Qazi Abdul Latif** : Will the Minister for Defence be pleased to state :

(a) whether any private individual or organisation in Pakistan is allowed to build an airport; and

(b) whether the Agha Khan Foundation has been granted a special permission to build an airport, if so, the reasons therefor?

Mr. Mohyuddin Baluch : (a) Yes, M/s. Sui Northern Gas Pipeline Limited, WAPDA, EXXON, Oil and Gas Development Corporation and the Department of Plant Protection have been allowed to build Katcha airstrips for thier operational purpose.

(b) No.

قاضی عبداللطیف : جناب والا! یہ ہوائی اڈے کسی ملک کے لئے آمد و رفت کے ایک بہترین ذرائع ہوتے ہیں اور انہی سے یہ ہو سکتا ہے کہ غیر ملک کے لوگ ان کے اندر آ کر اتر سکیں۔ اگر آپ یہ راستہ کھول دیں گے اور نجی اداروں یا نجی اشخاص کو بھی آپ ہوائی اڈے تعمیر کرنے کی اجازت دے دیں تو اس سے ملک میں میرے خیال میں دشمنوں کی آمد کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ کیا جناب والا! اس کا انسداد کر سکیں گے؟

جناب محی الدین بلوچ : حکومت نے صرف کچے اڈوں کی اجازت دی ہے اور یہ تمام کے تمام ہوائی اڈے کچے ہیں اور یہ ضروریات کو مدنظر رکھ کر اور ایئر ہیڈ کوارٹر کی اجازت سے تعمیر کئے جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین : حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے؟

جناب محی الدین بلوچ : جی ہاں۔

جناب چیئرمین : وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

†32. ***Qazi Abdul Latif**: Will the Minister for Education be pleased to state :

(a) the number of Pakistani students, who have gone abroad i.e. to Saudi Arabia, Egypt, U.S.A., Japan, France, Britain, West Germany and Soviet Union etc. for higher education during 1980—85; and

(b) the number of students who have gone at Government expense and that of those who have gone on their own ?

Mian Mohammad Yasin Khan Wattoo: (a) 820 students/scholars have gone abroad during 1980—85. 232 gone under COT. 42 under Quaid-e-Azam. 67 under Merit Scholarship Scheme 3 under Allama Iqbal Cambridge awards, 262 under Cultural Exchange/Technical Assistance Programmes and 214 on self-finance basis. Country wise distribution is as follows :—

Country	Number
Saudi Arabia	11
Egypt	11
U.S.A.	148
Japan	19
France	12
Britian	257
West Germany	41
Soviet Union	7
Others	314
Total ...	820

†The Question hour being over, the remaining starred questions No. 32 and 32-A togather with their replies were placed on the Table of the House.

(b) Out of 820.

(i) 344 have been sent on Government of Pakistan expenses. 262 on Cultural Exchange & Technical Assistance Programmes which are supplemented in the shape of return or single air-fare or by nominal subsistance allowance.

(ii) 214 students obtained NOC from Ministry of Education for higher studies abroad on self-financing basis.

COMPLAINTS AGAINST TELEPHONE STAFF

32-A. ***Malik Haji Sadullah Khan**: Will the Minister for Communications be pleased to state :

(a) whether it is a fact that the staff, manning the civil telephone exchange in the North Waziristan Agency, N.W.F.P. indulges in all types of malpractices and is oblivious of public complaints against them ; and

(b) If so, whether the Government has any plan to conduct an enquiry against the above-mentioned staff and take suitable disciplinary action against them ?

Mr. Mohyuddin Baluch: (a) No. complaint against the staff of Telephone Exchanges in North Waziristan has been received.

(b) An investigation is being conducted to find the facts.

جناب چیئرمین : اجلاس کی اور کارروائی کرنے سے پہلے ایک دو اعلانات ہیں جو میں کرنا چاہوں گا۔

کل ایوان نے پوائنٹس اٹھائے تھے۔ ایک تھا کہ پریس کو جو تکالیف ہیں، جو ان کو مشکلات ہیں۔ میں نے سیکرٹریٹ کو ہدایت کی تھی کہ ان کو جو تکالیف ہیں ان کے بارے میں ان سے پوچھا جائے کہ کیا ہیں۔ پھر جو ہمارے وسائل ہیں۔ اکاموڈیشن کے اور

[Mr. Chairman]

یہ بھی پوچھا جائے کہ وہ اور کیا سہولتیں چاہتے ہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ مختلف وجوہات کی بنا پر کل ان کا آپس میں رابطہ نہیں ہو سکا، آج صبح ان کو تلاش کرتے رہے اور اب ان کی تکالیف معلوم کر کے حتی الوسع ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن ان سے بھی میں یہ اپیل کروں گا کہ جو ہماری اکاموڈیشن کا مسئلہ ہے وہ۔

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیئے وسعت میرے بیان کے لئے

وہ تو نیا ایوان جب بنے گا تب ہی یہ مسائل حل ہوں گے۔ اس اثنا میں جو کچھ میسّر ہے اسی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

Mr. Hasan A. Shaikh: The Chairman is to set up a press gallery committee. Could you not consider the question of setting up a Press Gallery Committee, so that, that committee could have a direct access to you? Nobody else needs to bring that complaint to you.

Mr. Chairman: I have no objection whatsoever it is.

Mr. Hasan A. Shaikh: Sir, you can set up a Press Gallery Committee and its Chairman can contact you directly.

Mr. Chairman: When the House Committee comes into being, I think it would take care of this. But the House Committee has yet to be constituted, I can't do it at my own. It has to be done with the consent.

Mr. Hasan A. Shaikh: It is not a House Committee set up by a Chairman to bring about approach between the two.

Mr. Chairman: that is a House Committee, specially provided for in the rules. That is the business of the House Committee. At any rate, it is being looked into. This is what I was trying to convey to you. The second was about the issuing of passes . .

یہ جو اسمبلی کے پاس دیتے ہیں اس کے متعلق میں نے وزیر داخلہ سے، سیکرٹری جنرل صاحب سے خود بات کی۔ ان کا فرمانا یہ ہے کہ اگر محترم ممبران صاحب اپنی ذمہ داری پر یہ

ایشو کرتے ہیں تو ان کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن سیکورٹی کی خاطر جو سیکورٹی کا عملہ ہے اس کو اطلاع دینا پڑے گی کہ فلاں صاحب کو جس کا یہ شناختی کارڈ ہے، یہ اس کی شناخت ہے اس کو آج یا کل کے اجلاس کے لئے اجازت دے دی گئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو آپ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے۔

The above person whose specimen signature is given below is known to me personally and I take full responsibility for him/her.

کہ یہ جو صاحب جس کو پاس ایشو کیا جا رہا ہے، مجھے ذاتی طور پر اس کی واقفیت ہے اور میں خود اس کا ذمہ دار ہوں گا جو کچھ وہ اجلاس میں کرتا ہے۔

I also undertake to identify the holder of the card personally at the time of his/her admission to the Gallery.

تو ان کو ملحوظ خاطر رکھ کر آپ بے شک پاس ایشو کریں لیکن سیکورٹی والوں کو آپ پوسٹ فیکٹو اطلاع دیں گے کہ ان اصحاب کو فلاں اجلاس کی کارروائی سننے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

I hope it solves the problem.

میر یوسف علی خان مگسی: جناب! جب پوری قوم نے اپنے تحفظ کی ذمہ داری ہم پر ڈالی ہے تو کیا ہم اتنے اہل نہیں ہیں کہ ہم اس ہال میں اپنا تحفظ کر سکیں جو سیکورٹی اور ایک آئینی حکومت کو سیکورٹی نہیں دے سکی وہ ہمیں کیا سیکورٹی دے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے کہ جب قوم نے ہم پر اعتماد کیا ہے کہ پوری قوم کی حفاظت کی ذمہ داری ہم اٹھانے کے اہل ہیں تو ایک پاس دے کر ہم اس ہال میں اپنی حفاظت کی ذمہ داری اٹھانے کے اہل نہیں ہیں۔ تو سیکورٹی کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

It is pound foolish and pennywise.

جناب چیئرمین: - سیکورٹی کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ کس آدمی کو وہ اجازت دیں کہ وہ یہاں پر آرہا ہے، کس کی اجازت سے وہی جو آپ کا اجازت نامہ ہے وہ سیکورٹی والوں کو دیا جائے گا کہ یہ صاحب ہے جس کو فلاں ممبر صاحب پہچانتے ہیں، یہ اس کا

[Mr. Chairman]

شناختی کارڈ ہے ۔اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ یہاں پر آئے ۔آپ پر جو قوم نے اعتماد کیا ہے ۔وہ آپ کی اپنی سیکورٹی پر نہیں کیا ۔اپنے دیگر مفادات کے لئے کیا ہے ذاتی مفاد کے لئے یہاں پر ہر کسی کو سیکورٹی کی ضرورت پڑتی ہے ۔

میر یوسف علی خان مگسی : جناب ! میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ایک معزز ممبر اپنی ذمہ داری پر دستخط کر کے ایک آدمی کو اجازت دے دیتا ہے اس ایوان کی کارروائی کو دیکھنے کے لئے تو اس کے اوپر سیکورٹی کی مہر کی کیا ضرورت ہے ۔

جناب چیئرمین : آپ کو کس نے کہا ہے کہ سیکورٹی کی مہر کی ضرورت ہے ۔ یہ انڈرسٹینڈنگ کی بات ہے ۔آپ سمجھے ہی نہیں ۔ان کو اطلاع تو دینا پڑے گی کہ اس آدمی کو آنے کی اجازت ہے ۔

میر یوسف علی خان مگسی : ٹھیک ہے جی ، جیسے آپ فرماتے ہیں ۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

میر نبی بخش زہری : اس سلسلہ میں جناب چیئرمین ! ایک بڑا اہم مسئلہ یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے وزیر داخلہ اور سیکورٹی کے انچارج سے بات کر کے ہمیں بتایا اگر پولیس کی اور سیکورٹی والوں کی ذمہ داری ہم پر ہی ڈالی جائے کل خدانخواستہ کوئی واقعہ ہو جائے تو ہمارے پاس وہ وسائل نہیں ہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ جس آدمی کو ہم کارڈ دے رہے ہیں ۔ اگرچہ واقعی ہم جان کر دیتے ہیں ، کسی غیر کو تو نہیں دیتے ہیں ۔مگر یہ ذمہ داری کسی وقت ، کسی معزز ممبر کے شولڈر پر نہیں آتی ۔ یہ سیکورٹی ، یہ انتظام اور یہ دیکھ بھال اور ہمارا بھی تحفظ کرنا ۔ یہ آپ کا فرمان درست ہے کہ قوم نے ہمیں الیکٹ کیا جس مقصد کے لئے کیا وہ سیکورٹی شاید نہیں ہے ۔سیکورٹی کا ہمارا محکمہ ہے ، وزیر داخلہ ہیں ، پولیس ہے اور دوسری چیزیں ہیں ۔میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمیشہ ہاؤس میں ہم لکھ دیتے ہیں ، جیسا کہ معزز ممبر نے ۱۹۶۵ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ، ۱۹۶۵ میں بھی میں ممبر نیشنل اسمبلی تھا ۔اب عرض میں یہ کر رہا ہوں کہ اگر یہ ذمہ داری ہم پر ہی ان رائٹنگ رکھی جائے اور اس پر بے شک ہم ذمہ دار بنتے ہیں اور سیکورٹی والے بالکل کہیں کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے تو پھر وہ ادھر کس لیے کھڑے ہیں ؟

میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے ہم قوم کے نمائندے ہیں ، ہمارے معزز ممبر نے بڑی اچھی طرح

اپنا نقطہ نظر پیش کیا لیکن ہم سے یہ دستخط لینے کا اور تحریر لینے کا یعنی ہم ذمہ دار ہیں کیا مقصد ہے ، یہ ایسی چیز ہے کہ جب ہم ذمہ دار ہیں تو پھر ہمیں حق دیا جائے کہ ہم پولیس رکھیں ، ہمیں فنڈز دیئے جائیں ، ہمارے لئے وسائل پیدا کئے جائیں ، ہمیں آٹومیٹک ہتھیار دیئے جائیں ، ہم اپنے ہی رنگ کی وردی میں کھڑا کریں گے ، یہ دستخط بھی دیں گے ۔ آپ اس پر نظر ثانی کریں ، وزیر داخلہ صاحب سے کہیں کہ وہ ہمیں سہولتیں دیں ۔

جناب چیئرمین : یہ جو موجودہ قواعد ہیں میں نے اس کے مطابق آپ کو بتایا ہے اگر آپ کی کوئی اور تجویز ہے کہ کس طریقے سے کیا جائے تو میں ضرور اس کو فالو کروں گا ۔ یہ قواعد پہلے ہی سے ہیں اور آپ نے ان کو قبول کیا ہے ۔ اگر آپ اس میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں تو مہربانی کر کے آپ تجاویز دیں ۔

آخری یہ اعلان کرنا تھا کہ وہ جو ملک فرید اللہ خان صاحب نے پوائنٹ اٹھایا تھا کہ جو کمیٹی وزیر اعظم صاحب نے کل تشکیل دی تھی اس میں قبائلی علاقوں کی نمائندگی نہیں ہے ۔

وزیر اعظم صاحب نے ابھی مہربانی کر کے مجھے اعلان کرنے کا یہ اختیار دیا ہے کہ ان کی طرف سے نواب زادہ عنایت اللہ خان آفریدی کو بھی اس کمیٹی کا ممبر مقرر کیا جا رہا ہے ۔

Mr. Ahmed Mian Soomro : Sir, I had sent a resolution about the House being of the opinion that the Revival of the Constitution Order be brought before the Parliament for approval, but the office. I have received a letter yesterday, pointed out that the Revival of Constitution Order does not legally any long exist and, therefore, the Motion has been ruled out but the concluding para says that the Chairman Senate has observed that the resolution is unimplementable at this stage. So what? What is the result? If you have come to the conclusion, then what? Do I come again? Do I bring another resolution? but Sir, this is very important right of the House about the Constitution, Sir. The President himself while making these amendments had very kindly said that these amendments will be brought before the Parliament and it is for you to approve it, disapprove it or amend it.

Sir, actually the decision does not say what is the result of that. Sir, I think it will be better to call the Members concerned that they may be able to convince you that this is something. . . . . . Interruption

Mr. Chairman: I am still open so far as this point is concerned, but the thing is that the Revival of the Constitution Order has already been enforced. It does not require the approval under the present dispensation whatsoever, whether they are right or they are wrong, and whatever our own feelings about them may be. The fact of the matter is that the Constitution Revival Order has been enforced. There is nothing further that the House is required to do about it unless you want to revive actually other sections of the Constitution but that Order being a complete Order by itself issued according to the present dispensation by competent authority which can only be questioned in a Court of Law, if that is permissible. You cannot bring, whatever the President or the Chief Martial Law Administrator has done in order to revive the Constitution, to the House for endorsement.

Mr. Ahmed Mian Soomro: My humble submission is that the maker of the Order himself announced that these would come before the Parliament. Then, that means what the opposition says that we are a powerless House not being able to discuss such an important Constitution which renders us powerless.

Mr. Chairman: I would like to see where actually the framer of that Order has said this in the legal language, legal phraseology, in the legal context.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, the Chief Martial Law Administrator in his very first speech, if your honour would be pleased to go through that, had announced that these amendments will come before the Parliament and it is upto the Parliament whether they approve it, disapprove it or amend it.

Mr. Chairman: Now, this whole issue is linked up with the lifting of Martial Law.

Mr. Ahmed Mian Soomro: So, Sir, this issue is summarily rejected.

Mr. Chairman: We can consider this again. I have made an open offer to everybody that whosoever is not satisfied with any ruling is most cordially...... (Interruption).

Mr. Hasan A. Shaikh : I have , Sir, much respect for Mr. Soomro because he has a lot of experience in Parliamentary practice but I think. It is very unfortunate and uncharitable thing that by his speech, the Chairman's ruling be brought on the floor of the House for discussion or challenge. It might perhaps be better to go to the Chairman's Chamber and discuss it with him.

Mr. Chairman : Thank you very much. I think that is the correct procedure. Now, before we take up the normal business, yesterday Mr. Soomro had the point that whether the House would be willing to forego this Privilege Motions and Adjournment Motions in order to have more time for discussion on the internal situation.

قاضی حسین احمد: جناب والا آپ میرے خیال میں پریولیج موشنز کو لے لیں. اگر آپ ملتوی کرنا چاہتے ہیں تو سوالات کے وقفے کو ملتوی کر سکتے ہیں۔ لیکن پریولیج موشنز کے بارے میں یہ روایت قائم نہیں ہونی چاہیئے. کہ پریولیج موشن کو ملتوی کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین: نہیں، ان کا آئیڈیا یہ تھا سومرو صاحب آپ ایکسپلین کر سکتے ہیں؟

قاضی حسین احمد: جناب کل آپ نے آج کے لئے ڈیفر کیا تھا۔

جناب چیئرمین: نہیں کل کے ہو چکے تھے۔

قاضی حسین احمد: کل میں نے جو پریولیج موشن پیش کی تھی آپ نے آج کے لئے ڈیفر کر دی تھی۔

جناب چیئرمین: اس کا نوٹس نہیں تھا اس لئے کرنا پڑا تھا۔ جناب سومرو صاحب =

[Mr. Chairman]

You had moved yesterday on the point which you had raised that we should not spend more time on the Privilege Motions and the Adjournment Motions. Those should be deferred to the next day and today whatever time we have at our disposal should be devoted to the discussion on the internal situation. Yesterday we decided that since the Members were interested in the Motions of Privilege or Adjournment, since they are not in the House, we should discuss this issue and decide it with their consent in the House itself.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Thank you Sir, for reminding me. The request that I had made to the House was that we have been given, on the offer of the Prime Minister, these two important things to discuss. I did not mean that our right of the Privilege Motion or the Question or the Adjournment Motion ceases or these should lapse. All that I requested was that if the House would kindly agree, because as you know Sir, there are so many Members who want to speak on this, this may be put on the next day.

An honourable Member : My submission is, Sir, that the concept of the Adjournment Motion and the Privilege Motion is a sacred concept because it is the only mechanism by which you can invite something of urgent nature for discussion.

Mr. Chairman : We take up the Privilege Motions. Yes. Point of Order.

ممبر نبی بخش زہری : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب! عرض یہ ہے کہ ابھی ایک ممبر کا قبائلی علاقے سے سپیشل کمیٹی میں آپ نے جناب وزیر اعظم کی تجویز کے مطابق اعلان کیا ہے۔ چونکہ ہمارے ملک میں آدھی آبادی سے زیادہ خواتین ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کمیٹی میں ایک خاتون ہو کیونکہ آج کل وزیر بھی خواتین ہیں صوبوں میں بھی ہیں۔ ان کی نمائندگی لازمی ہے۔

جناب چیئرمین : مجھے آپ کے احساسات کی قدر ہے لیکن بدقسمتی سے سینٹ کی کوئی خاتون ممبر نہیں ہے۔ تو اس کو کمیٹی میں کس طرح رکھیں۔

ممبر نبی بخش زہری : اس کو جناب آبزرور کے طور پر لیا جائے۔

Privilege Motions

جناب چیئرمین : قاضی حسین احمد صاحب - نہیں، اس سے پہلے مولانا کوثر نیازی کی ہے - کل وہ نہیں پیش کر سکے تھے میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ وہ پیش کریں - پہلا حق ان کا ہے -

PRIVILEGE MOTION : *RE* : APPOINTMENT OF GOVERNORS DOMICILED IN THE SAME PROVINCE

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! میری تحریک استحقاق کا متن یہ ہے کہ "کہ آئین پاکستان کے پارٹ IV کی آرٹیکل ۱۰۱ کی ذیلی شق (۲) کی رو سے آئین کے نفاذ کے بعد ہونے والے پہلے عام انتخابات کے بعد کسی صوبے کا رہنے والا کوئی شخص اسی صوبے کا گورنر نہیں رہ سکے گا۔ اس آئین کے بعد ۱۹۷۷ میں عام انتخابات ہو چکے ہیں اگر انہیں تسلیم نہ کیا جائے تو پھر مارچ ۱۹۸۵ میں پھر عام انتخابات منعقد ہو چکے ہیں لیکن تا حال آئین کی اس آرٹیکل پر عمل نہیں کیا گیا ایسے افراد ابھی تک انہیں صوبوں میں گورنر ہیں جہاں کے رہنے والے ہیں۔ اس صورت حال سے آئین کی بری طرح خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس معزز ایوان کا استحقاق بھی بُری طرح مجروح ہو رہا ہے۔ میں معزز ایوان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس تحریک استحقاق پر غور کرتے ہوئے اس صورت حال کا فوری تدارک کریں - تاکہ پاکستان کے آئین کی مزید بے حرمتی نہ ہو۔

Mr. Ahmed Mian Soomro : I oppose it.

مولانا کوثر نیازی : احمد میاں سومرو صاحب وزیر قانون ہو گئے ہیں کہ وہ اپوز کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین : نہیں ہر ممبر کو حق ہے کہ کوئی ممبر بھی oppose کر سکتا ہے۔

جناب چیئرمین : آپ اگر وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو ایک نکتہ کی ضرور وضاحت کریں یہ Article Particular ہے یہ ابھی قانون کے تحت نافذ نہیں ہوا۔ آئین اس کو کہتے ہیں جو اس وقت نافذ ہے۔

مولانا کوثر نیازی : میں نے جس متعلقہ دفعہ کا ذکر کیا ہے صفحہ ۶۵ پر یہ جو upto the 19th March, 1985 ہے جو modified Constitution ہے اس کی ۱۰۱ دفعہ کی ذیلی شق (۲) یہ ہے۔

"A person shall not be appointed a Governor unless he is qualified to be elected......."

جناب چیئرمین : یہ ضرور ہے لیکن وہ نافذ نہیں ہے آئین میں ہے لیکن Implementation Order ہے اس کے تحت یہ سیکشن نافذ نہیں ہے۔ جب تک چیز نافذ نہیں ہے اس کی violation نہیں ہو سکتی اور پھر اس سے استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔

جناب اقبال احمد خان : وزیر انصاف و پارلیمانی امور اسکے بعد مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں اس کی وضاحت کرسکوں۔ ان کی اطلاع کے لئے میں عرض کروں گا۔ فی الحال admissibility پر ارشاد فرمائیں۔

The rivival of Constitution order 1985, Order 14, Clause 4:

"The Rivival of the Constitution 1973, the provisions as amended by this Order shall stand revived on such as the President by notification in official Gazette appoint and different days may be so appointed in respect of different provisions."

اس کے مطابق پریزیڈنٹ صاحب نے یہ نوٹیفکیشن نمبر ۸۵/۱-۱(۲)۲۱۲) جاری کیا ہے۔ جسکے مطابق انہوں نے یہ حکم دیا ہے۔

No. SRO (212)-1/85

"In exercise of the Powers conferred by Article-4, Revival of the Constitution 1973, 1985 PO No. 14 of 1985, the President is pleased to appoint the 10th day of the March 1985 to be the day on which the provision of the Constitution as amended by the said Order other than those specified below shall come into force."

اور جو specified below ابھی enforce نہیں ہوئیں ۔

Article 6, 8 to 28 both inclusive clause-2 and clause-2A of the article 101 article 199, 213 to 216 both inclusive and 270-A.

جن کا حوالہ محترم ممبر صاحب نے دیا ہے جس کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ گورنر صاحبان کی appointment اس صوبے میں نہیں ہو سکتی جہاں کا وہ مستقل رہائشی ہے ۔ وہ آرٹیکل ۱۰۱ کے سب آرٹیکل (۲) اینڈ (2A) سے متعلق ہے ۔ جو ابھی تک suspended ہے وہ enforce نہیں ہوئی اس لئے ان کی operation نہیں ہو سکتی اور اس بنا پر ابھی استحقاق کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔

جناب چیئرمین : یہی پوائنٹ تھا جس کے متعلق میں نے مولانا صاحب کی توجہ مبذول فرمائی تھی کہ اس کے اوپر اگر کوئی آپ وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو کریں ۔

مولانا کوثر نیازی : میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ عام انتخابات کے بعد پوری قوم یہ چاہتی ہے کہ سویلین گورنر آئیں لیکن اس سے بھی پہلے اگر سویلین گورنر مارشل لاء سے وابستہ ہیں تو کم سے کم یہ کر دیا جائے کہ آئین میں، ٹرانسفر جو تجویز کی گئی ہے اسکو کر کے پہلا قدم اُٹھا لیا جائے ۔ تو کم سے کم یہ ایک اچھا اقدام ہوگا اس سے جو ہماری سویلین گورنمنٹ ہے اس کی ملک میں ایک اچھی شہرت ہوگی ۔

جناب اقبال احمد خان : پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا ! یہ تجویز دے رہے ہیں میں عرض کر رہا ہوں کہ admissibility پر ارشاد فرمائیں ۔ تجویز کا کوئی اور طریقہ ہوتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی : میں معذرت چاہتا ہوں واقعتاً میرے علم میں نہ تھا کہ اتنی بے ضرر دفعہ کو بھی معطل کر رکھا ہے۔ میں نے پڑھا ضرور تھا وہ آرڈر لیکن میرے ذہن میں یہ بات نہ تھی خدا جانے اس کے کیا مضمر تھے جو۔۔۔

جناب چیئرمین : اس پر آپ پھر زور نہیں دینگے۔

مولانا کوثر نیازی : جی ہاں میں اس پر زور نہیں دونگا۔ ظاہر ہے ویسے اتنی معمولی سی دفعہ کیوں معطل کی گئی ہے مجھے معلوم نہیں۔

PRIV. MOTION : *RE* : TELECASTING PRIME MINISTERS SPEECH

قاضی حسین احمد : جناب والا ! وزیر اعظم صاحب کی تقریر جب ٹی وی پر نشر کی جا رہی تھی تو تمام ناظرین نے اس بات کو نوٹ کیا ہے اور شکایت کی ہے کہ اگرچہ ٹی وی کے کیمرہ مین صبح سے یہاں موجود تھے اور سومرو صاحب نے یہ پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ نظریں تو وہ سب کی خیرہ کر رہے تھے۔ لیکن انہوں نے T.V. پر یہ بھی نہیں بتایا اور یہ بھی نہیں دکھایا کہ پرائم منسٹر کس سیاق و سباق میں بات کر رہے ہیں کس context اور پس منظر میں وہ بات کر رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس سے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے کہ ٹی وی والے یہاں ایک تقریر کو اور ایک ہی آدمی کو دکھاتے ہیں حالانکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک میں ایک ایسی فضا پیدا کی جائے جس سے اس ایوان پر عوام کا اعتماد پیدا ہو۔ تاکہ لوگوں کو یہ تسلی ہو کہ یہاں کوئی جاندار بات ہوتی ہے بات کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ اس طرح وہ وزیر اعظم کی تقریر کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے اگر یہ بھی دکھایا جاتا کہ کس context یعنی پس منظر میں اور کس تحریک استحقاق کے جواب میں یہ

تقریر کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ٹی وی کی جو پالیسی ہے کہ وہ ایک خاص شخص کے علاوہ باقی سینٹ کی کارروائی بلیک آؤٹ کرتے ہیں۔ یہ صحیح پالیسی نہیں ہے اور اس ایوان کا اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

Mr. Mahbub-ul-Haq : Mr. Chairman, on behalf of the Minister of Information and Broadcasting who is unfortunately could not be present in the House. As he is out of country I would like to clarify, Sir, the context is quite clear from the TV report which is carried on that evening I obtained the transcript of that evening TV report. I like to read out from relevant extract. I have also a complete set available here for reviewing of Qazi Hussain Ahmed, in case he did not catch the context. Sir, the relevant context is this :

”مارشل لاء کے بارے میں قاضی حسین احمد کی ایک تحریک استحقاق پر وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو نے کہا کہ مارشل لاء ختم کرنے کے لئے قومی اسمبلی کے ارکان کی طرح سینٹ کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے گی۔ وزیر اعظم کے خطاب کے بعد قاضی حسین احمد نے کہا کہ مارشل لاء ختم ہونے سے کوئی خلاء پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ متبادل نظام پہلے سے موجود ہے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے واضح کیا کہ قومی اسمبلی اور سینٹ کی یہ کمیٹیاں کوئی متبادل نظام وضع نہیں کر رہیں بلکہ سیاسی جماعتوں کی بحالی اور اس کے طریقہ کار کا جائزہ لیں گی انہوں نے ارکان سے کہا کہ وہ جذبات میں نہ آئیں اور ان کمیٹیوں کے کام پر توجہ دیں وزیر اعظم کی اس یقین دہانی کے بعد قاضی حسین احمد نے اپنی تحریک پر زور نہیں دیا۔“

Sir, it is clear from this transcript that there was three times mention in the TV report of the Privilege Motion of Qazi Hussain Ahmed and as such the TV tried its best to put the news in the proper context. Secondly, Sir, I like to point out that there are many times, when the Members are not quite satisfied with the TV or Radio Media coverage of what you say in the House. Similar question also rose in the National Assembly and the Speaker of National Assembly ruled at that

time and quoted authority for this purpose that incomplete coverage did not constitute a breach of the privilege of the House, what could be the "valid ground for breach of a privilege will be deliberately incorrect report" because various Members may have their own perceptions of what constitutes incomplete coverage. I think Sir, the media is trying its best to see that coverage is complete and the views of the Representatives of the people are properly projected and I like to ensure the honourable Member, that this was done that evening also in the broadcast and I hope that he will be satisfied with the said explanation and shall not insist on his Motion.

قاضی حسین احمد : جناب والا ! میں گذارش کروں گا کہ جس طریقے سے وزیر تعلیم نے اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ تعلیمی پالیسی پر بحث کے لئے ایک دن دیا جائے گا موقع دیا جائے گا۔ اسی طریقے سے جو ذرائع ابلاغ کی پالیسی ہے اس پر منسٹری آف انفرمیشن یہاں ہمیں ایک دن دے کہ ہم اس پر مکمل طور پر پورے طریقے سے بحث کر سکیں۔

جناب چیئرمین : قاضی صاحب یہ تو ایک تجویز ہوئی۔ فی الحال ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ جو استحقاق کی تحریک ہے۔ اس میں استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں ۔ اور یہ ایڈمیسبل ہے یا نہیں ۔

قاضی حسین احمد : وہ اس سے متعلق ہے ۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ مجروح ہے جو خبرنامہ ہمیں اس وقت پڑھ کر سنایا گیا ہے ۔ یہ ایک دوسرا خبرنامہ ہے ایک اور موقع پر انہوں نے یہ ساری کارروائی دکھائی ہے ۔ پشاور میں کچھ دکھایا جاتا ہے پنڈی میں کچھ اور، اور لاہور میں کراچی میں کچھ اور دکھایا جاتا ہے ۔ اس طرح سے یہ جواز ان کی طرف سے ہمیں بتایا جا سکتا ہے ۔ لیکن ایک یونیفارم پالیسی بنانے کے لئے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ جب کوئی اہم ڈسکشن ہو رہی ہو وہ ٹی وی پر دکھائی جائے گی تاکہ قوم پوری طرح باخبر اور روشنی میں رہے کہ ایوان میں کیا ہو رہا ہے اور آیا ان کی نمائندگی یہاں کی جا رہی ہے یا نہیں ۔

جناب چیئرمین : جہاں تک استحقاق کا تعلق ہے اس کے لئے جناب محبوب الحق صاحب نے وزیر اطلاعات کی جانب سے جو جواب دیا وہ آپ نے سنا۔ اورانہوں نے جو ٹھیک اور درست ریکارڈ ہے وہ آپ کو مہیا کیا ہے۔ جہاں تک آپ کی تحریک کا تعلق ہے۔ آپ فرما رہے ہیں کہ رات جن لوگوں نے ٹیلی ویژن دیکھا ہے انہوں نے یہ بات نوٹ کی ہے۔ اب وہ کون تھے کس نقطۂ نظر سے وہ دیکھ رہے تھے۔ وہ بالکل ہی ایک مبہم سا قصہ ہو جاتا ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ پروجیکشن بیلنس ہونی چاہیئے جتنے خیالات کا اظہار کیا جائے وہ سب پروجیکشن میں آنے چاہئیں۔

یہ کہ وہ استحقاق کی تعریف میں نہیں آتا۔ اس پر محترم وزیر صاحب نے فرمایا کہ اس پر محترم وزیر صاحب نے رولنگ بھی کوٹ کی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ہاؤس بھی ان کی رولنگ فالو کرے

؎ مانا کہ اک بزرگ ہم سفر ملے لیکن لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں

وہ ضروری نہیں ہے ہم اپنا نتیجہ خود اخذ کر سکتے ہیں لیکن یہ consistently اور سپیکر صاحب نے بھی پچھلی روایات کو اور جو ہندوستان میں ہوتا ہے جو انگلستان میں ہو رہا ہے مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ

دیا ہے کہ یہ استحقاق کی ڈیفینیشن میں نہیں آتا۔ اور آپ کی جو تجویز ہے پالیسی ریویو کے متعلق مجھے یقین ہے وزیر صاحب نے اسے نوٹ کر لیا ہے اور اس کا مناسب وقت پر آپ کو وہ جواب دے دیں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہ استحقاق کی ڈیفینیشن میں، مجھے افسوس ہے نہیں آتا۔

قاضی حسین احمد : جناب چیئرمین ! میں عرض کروں گا اور میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں گا کہ ذرائع ابلاغ ایک طویل عرصے سے اس بات کے عادی ہو چکے ہیں کہ وہ ایک آدمی کو پروجیکٹ کرتے ہیں یا اس کے حواریوں کو پروجیکٹ کرتے ہیں۔ اس سے پہلے جو دور حکومت تھا اُس دور حکومت میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ اس دور حکومت میں بھی آٹھ سال میں یہی ہوتا رہا ہے۔ ان کی عادتیں ٹھیک

کرنے کے لئے اور اس ملک میں بالکل آزاد اور کھلی فضا پیدا کرنے کے لئے ایک دن چاہیئے کہ ہم اس پر بحث کریں۔

جناب چیئرمین: اس کے لئے آپ ایک علیحدہ ریزولیوشن لائیں۔ حکومت نے اسے نوٹ کیا ہوا ہے۔ انشاءاللہ وہ اس پر صحیح جواب دے گی۔

میر نبی بخش زہری: جناب چیئرمین! میرا ایک سوال اسی سے متعلق ہے اگر آپ اجازت دیں۔

جناب چیئرمین: رولنگ کے بعد استحقاق یا اس پر کوئی بحث نہیں ہو سکتی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں تاکہ میں کارروائی کو آگے بڑھاؤں۔

میر نبی بخش زہری: آپ نے رولنگ تو دے دی۔ اہم بات تو یہ ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے ٹیلی ویژن میں ہاؤس کو آپ کی وساطت سے عرض کر رہا ہوں کہ ٹیلی ویژن والوں نے خود یہاں پرسوں سے لے کر کل تک ایک ٹیلی ویژن کا سیٹ رکھا تھا لیکن بتائیے ہمیں تو جناب نے یہاں پیچھے سیٹ دی ہے اگر ٹیلی ویژن وہاں آگے ہے تو آگے کا فوٹو آئے گا یہ تو ثابت ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا! اب اسی لئے ختم کر دیا ہے آئندہ نہیں آئے گا۔ اچھا جی ہو اور تحریکیں ہیں میر یوسف علی مگسی صاحب کی۔ نمبر ۶

میر یوسف علی مگسی: جناب والا! کل معزز رکن جناب سومرو صاحب نے یہی تحریک پیش کی تھی لہذا میں اس پر زور نہیں دینا چاہتا۔

جناب چیئرمین: اچھا جی دوسری ہے وزیٹرز گیلری کے پاسز کے متعلق وہ بھی آپ واپس لے رہے ہیں؟

میر یوسف علی مگسی: جناب وہ یوں ہے کہ انسان کی سب سے اہم ضرورت اس کی اپنی شخصیت ہے۔ مجھے ایئر پورٹ پاس جو ایشو ہوا ہے۔ وہ پاس ہے میرے نام پر اور اس پر تصویر لگی ہوئی ہے جناب سردار یوسف خان سرسولی کی۔ اس موقع پر مجھے ایک شعر یاد آتا ہے۔

نجد کے ہرنوں سے اعجاز محبت پوچھئے
پڑ گئی جس پر نظر وہ قیس لیلیٰ ہو گیا

جناب چیئرمین : شکریہ۔ آپ استحقاق پر زور نہیں دے رہے۔ وہ پاس آپ کا صحیح ہو جائے گا۔

میر یوسف علی مگسی : شکریہ جناب میں مطمئن ہوں۔

ADJOURNMENT MOTIONS

ADJ. MOTION *RE* : SHORTAGE OF WATER FOR IRRIGATION

جناب چیئرمین : ایڈجرنمنٹ موشن نمبر ۱۲۔ پہلی آپ کی ہے احمد میاں سومرو صاحب۔

Mr. Ahmed Mian Soomro : This meeting of the Senate do adjourn to discuss a matter of urgent public importance and of recent occurrence namely the shortage of water for irrigation purposes in May, 85 and the failure of the Federal Government to take suitable and timely action for its fair and equitable distribution thereby causing unrest and serious tussle between the provinces of the Federation of Pakistan.

Mr. Chairman : Anybody from the Government. No objection from the Government.

جناب اقبال احمد خان : جناب والا ! اس کو ملتوی کر دیا جائے کیونکہ منسٹر آف واٹر اینڈ پاور کوئٹہ اور سندھ کے مسئلے میں تشریف لے گئے ہیں اور مجھے اس کا نوٹس نہیں تھا۔

An honourable Member : The Water & Power Minister is on tour to Quetta.

Mr. Chairman : When is the Minister coming?

Mr. Iqbal Ahmad Khan : On 11th.

Mr. Chairman : Yes. We would take it up on that day. Then we fix it up on 11th.

جناب اقبال احمد خان : میں نے ادب و احترام سے گذارش کی ہے۔

جناب احمد میاں سومرو : اچھا ٹھیک ہے مان لیتا ہوں۔

ADJ. MOTION RE : SHIFTING OF P.I.A. HEADQUARTERS TO ISLAMABAD

This metting of the Senate do adjourn to discuss a motion of urgent public importance and of recent occurrence namely the decision to shift the Headquarters of the Pakistan International Airlines from Karachi to Islamabad, which has caused unrest in Sind.

Mr. Mohyuddin Baluch : Sir, I oppose it.

Mr. Chairman : You oppose the Motion. (to the Member) would you like to explain?

Mr. Ahmed Mian Soomro : Only the admissibility, Sir.

Sir, it is a matter of urgent public importance because it involves thousands of families of Sind being up-rooted.

Mr. Chairman : When was the decision taken?

Mr. Ahmed Mian Soomro : In May, I believe, Sir.

Mr. Chairman : It is not a question of "I believe."

Mr. Ahmed Mian Soomro : In May, there has been a metting of the Pakistan International Airlines Corporation's officers concerned, who also opposed this idea. Sir, the question is involving about one thousand people and all those people being up-rooted already crying in Sind about un-employment.

Mr. Chairman : My request to you is, "can we have a copy of the decision which has been taken at the competent level, that the Headquarters of the Pakistan Airlines should be shifted from Karachi to whatever place."

Mr. Ahmed Mian Soomro : That is confidential, I would request the Minister to give the facts.

Mr. Chairman : Your source of information, I think, that is important.

Mr. Ahmed Mian Soomro : It is an open fact that as much as a fact as now it is a day.

Mr. Chairman : Was it a decision of the Government or of the Board of Governors?

Mr. Ahmed Mian Soomro : PIA is controlled by Government. Government has financial interest.

Mr. Chairman : So, the Motion is ruled out of order.

Mr. Chairman : Next No. 14.

ADJ. MOTIONS *RE*: ENHANCEMENT OF ELECTRICITY CHARGES BY K.E.S.C.

Mr. Ahmed Mian Soomro : This meeting of the Senate of Pakistan do adjourn to discuss a matter of urgent public importance and of recent occurrence namely the enhancement of electricity charges by revision of the Schedule of tariff of Karachi Electricity Supply Corporation Limited on the directive of the Federal Government. This has caused great unrest and resentment in Karachi. The rates of electricity levied by the Karachi Electric Supply Corporation were already higher than the rates levied by WAPDA in the rest of Pakistan.

جناب محی الدین بلوچ : میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ جناب والا! میں نے اصولی طور پر اس تحریک کی مخالفت کی ہے لیکن سینٹ کے احترام کے تحت میرے خیال میں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ میں وہ وضاحت آپ کے ذریعے سے معزز ممبر تک پہنچاؤں پہلے تو یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ فوری مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن میں کچھ گذارشات کروں گا۔

جناب چیئرمین : سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تو چونکہ کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا اس لئے یہ تحریک التوا آؤٹ آف آرڈر، قصہ ہی ختم۔ اگلی تحریک التواء۔ سومرو صاحب نمبر ۳

Mr. Ahmed Mian Soomro : Sir, this meeting of the Senate of Pakistan do adjourn to discuss a matter of urgent public importance and of recent occurrence namely the enhancement of electricity charges by revision of the Schedule of tariff of Karachi Electric Supply Corporation Ltd. on the directive of the Federal Government. This has caused great unrest and resentment in Karachi. The rates of electricity levied by the Karachi Electric Supply Corporation were already higher than the rates levied by WAPDA in the rest of Pakistan.

Mr. Chairman : This again is at par with the earlier motion. The honourable Minister incharge of the subject is not present and if you kindly agree to postponing it to the 11th.

Mr. Ahmed Mian Soomro : I have no objection.

Mr. Chairman : Then, we take it up on the 11th. Then, the next one is again, I think, in your name, No. 16. I think you submitted two Adjournment Motions with a slightly different language.

Mr. Ahmed Mian Soomro : On which issue, Sir?

Mr. Chairman : This is on the decision of shifting of the Head-quarters of the International Airlines from Karachi.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Sir, once I had given one copy and I found that I have to give two. So, I gave another.

Mr. Chairman : The wording was different and the Secretariat took it as a different Adjournment Motion. But, I think, the two are the same and we will treat them as one. Then No. 16. This also pertains to shortage of water. Again, I think, it has been postponed already. Then, No. 17 Mr. Abdul Rahim Mirdad Khel.

ADJ. MOTION RE : FIRING BY THE AFGHAN BOMBERS IN CHAMAN

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی اس اہم مسئلے پر بحث کے لئے روک دی جائے جس کے مطابق افغانستان کی حکومت نے گذشتہ ماہ مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۵ء کو پاکستان کے اہم صوبہ بلوچستان میں چمن کے شہر پر توپخانہ اور روسی طیاروں کے ذریعے سے گولہ باری کی جس کی وجہ سے ۴ افراد شہید ہوئے جس میں خواتین بچے اور مرد شامل تھے ۔ متعدد مکانات اور بیشتر املاک کو سخت نقصان پہنچا ۔ اس گھناونے فعل پر ہر ذی شعور اور محب وطن پاکستانی خون کے آنسو رو رہا ہے ۔

جناب چیئرمین صاحب! جیسا کہ مجھ سے زیادہ آپ کو اچھی معلومات حاصل ہیں کہ پاکستان میں متعدد بار یعنی اس کی خلاف ورزیاں اتنی بے شمار ہیں کہ اگر گنی جائیں تو اس پر تقریباً آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے لیکن پاکستان کے اس اہم صوبہ بلوچستان میں اور چمن کے بارڈر پر جب بھی یہ واقعہ پیش آیا تو میں فوری طور پر وہاں گیا اور میں نے خود تحقیقات کی اور خود وہاں ایک ایک جگہ پر گیا جہاں پر وہ گولہ باری ہوئی ہے اور جہاں بھی گنوں کے کارتوس وغیرہ تھے وہ میں نے خود دیکھے ہیں وہاں پر بارڈر کے ساتھ ہی چوکی پر بھی حملہ کیا گیا ہے اور نہتے شہریوں پر وہ حملہ آور ہوئے ہیں اور دن کے تقریباً بارہ بجے کا یہ وقت تھا تو لہٰذا اس طرح سے نت نئے ڈیزائنوں کے ساتھ اور دیدہ دلیری سے وہ حملہ کرتے رہیں تو آخر پاکستان کی افواج اور اس ملک کے عوام ہر محب وطن ذی شعور انسان کا یہ فرض بنتا ہے اور ہم حق بجانب ہیں کہ اپنے وطن کے ایک ایک چپے اور ایک ایک ذرے کی حفاظت کریں اس لئے میں نے آپ کے سامنے یہ گذارشات پیش کی ہیں ۔

جناب چیئرمین : جناب زین نورانی صاحب ۔

جناب زین نورانی : جناب والا ! جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ یہ مراسلہ مجھے مل رہا ہے اس کی ایڈمیسیبلٹی پر چونکہ بحث نہیں ہوئی بلکہ اس کے میرٹس پر ہوئی ہے اس لئے

اس لئے اس کی ٹکنیکی بنیادوں پر تو مجھے مخالفت کرنی ہے لیکن اس وجوہات اس وقت نہیں دوں گا۔ چونکہ اس کے میرٹس پر تقریر ہو گئی ہے اس لئے میں اس پر تھوڑی سی تقریر کروں گا۔

Sir, the Government's position on the incident was clearly spelt out by the Prime Minister when he visited Chaman on June 28, 1985. Reflecting the grief and outrage of the entire Pakistan nation, the Prime Minister described the unprovoked shelling of Chaman as a cowardly act and said the Government was duty-bound to safeguard the territorial integrity of the country and provide protection to the life and property of the people. The Prime Miniter observed that we have so far acted with considerable restraint because we believe in a peaceful solution of the problem of Afghanistan which the Government was working earnestly to achieve. I wish to assure the House that the Government will not be deflected from the pursuit of its principles and acceptable solution of the Afghan problem by crude military pressures. However, while we shall pursue the path of peaceful solution of outstanding differences, we shall not flinch from making any sacrifices to defend the integrity of our country and the lives and properties of the people. The Kabul regime has been warned that it will be entirely responsible for the consequences of its unprovoked acts of aggression against Pakistan.

Sir, this is in reply to the short or brief statement made by the honourable Mover instead of talking on the admissibility. As far as the admissibility is concerned, in view of the fact that this matter, in the form of aerial attacks on Pakistan territory by the Afghan Air Force, has been discussed at length in the National Assembly, therefore, this motion could not be admitted; granted that Chaman came in after the discussion but the idea is that the whole policy of Afghan air violations has already been discussed, and therefore, this is out of order.

سید محمد فضل آغا: یہ Air Violation نہیں تھیں یہ انہوں نے Base سے Attack کیا ہے۔ Bombing کی ہے، shelling کی ہے یہ Air attack نہیں تھا۔

جناب چیئرمین: ~~territorial in~~tegrity یا territorial violation کے خلاف ہے۔

Mr. Zain Noorani : Short debate on Afghanistan held in the National Assembly covered all these aspects of aerial violations and encroachment to our territory and even ground to ground shelling.

میر یوسف علی خان مگسی : پوائنٹ آف آرڈر ، میں معزز وزیر صاحب سے ایک وضاحت چاہتا ہوں کہ یہ جو چمن پر فائرنگ ہوئی تھی آیا یہ افغان حکومت نے کی یا ہماری حکومت کے پروردوں نے کی ۔

جناب چیئرمین : یہ تو پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ آپ کوئی سوال بعد میں پوچھ لیں ۔

میر یوسف علی خان مگسی : میں وضاحت چاہتا ہوں ۔ ٹھیک ہے میں سوال پوچھ رہا ہوں ۔

جناب زین نورانی : سر ، یہ وقفہ سوالات میں پوچھا جائے ۔

جناب چیئرمین : Question Hour میں ہی پوچھا جائے گا ۔

Mr. Zain Noorani : Whatever he has said I cannot answer for his very healthy imagination.

میر یوسف علی خان مگسی : میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ عظمت اللہ کے نام سے واقف ہیں ۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ اگر یہ سوال پوچھنا ہے تو Question Hour میں پوچھیئے جہاں تک ایڈ مسبلٹی کا تعلق ہے وہ جناب میرداد خیل صاحب نے خود کہا کہ خلاف ورزیاں اتنی دفعہ ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں کہ اگر ان کو گنوا شروع کیا جائے تو آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت لگے گا ۔ if I can recollect exact words.

It will take half an hour. This is not sudden occurrence of immediate nature.

جو ایڈمسبلٹی کے لئے پہلی شرط ہے دوسری شرط جو ہے اس کی طرف جناب زین نورانی صاحب نے توجہ دلائی کہ اسمبلی میں پچھلے ہی اجلاس میں افغان پالیسی بمباری border violation سب کچھ پر بڑی تفصیل سے بحث ہوئی ہے ۔

[Mr. Chairman]

Or anything which has been discussed in either of the House within six months that cannot again be opened. I am afraid it will be held out of order.

DISCUSSION ON INTERNAL SITUATION

Mr. Chairman : Half an hour is over. The rest will be carried to the next day. We resume the debate on the internal situation. We have about 30 speakers. I think, yesterday we could finish about nine or ten only and today we have 30 and the time now available is, if we can countinue the session upto say 2 o'clock, 120 minutes. So I would request the Members to confine their remarks to not more than five minutes.

An honourable Member : Why not have the afternoor session?

Mr. Chairman : If that becomes necessary we will have but if this is the consensus of the House we will have to consider that also, but let us finish with this first. The first speaker on the list. I would request actually to take the floor, is Mr. Hamzo Khan.

Mr. Javed Jabbar : The straight jacket of half an hour duration allowed for Adjournment Motions is somewhat unfair.

Mr. Chairman : Jabbar Sahib this is the function of the rules. I am helpless. Till such time you revise the rules, I am afraid, I cannot give more time. The first name on the list is Mr. Ahmad Mian Soomro.

Mr. Ahmad Mian Soomro : Mr. Chairman, Sir, I am thankful to the Minister for Interior for having given us this opportunity on a very important matter, namely the internal situation. Well, Sir, straightaway it would not be wrong to say that the internal situation is not unhappy. It is a fact that there is instability. There is lack of law and order particularly I can say of the area which I represent namely Sind, Sir, where it is difficult to move after sunset safely on the highway. But, now, even in the city of Karachi and in Places like Gulshan-i-Iqbal we find day light robberies, particularly, Sir, the officials and serving class when away from their houses, are worried as to whether their women folk will be safe or not when they get back to their homes.

Sir, the greatest thing a citizen of a country, I mean any country, would want is the sanctity of the Chaddar and char-dewari, which I am sorry to say does not exist. I admit it is slightly better than what it was in the last regime when nobody was safe. But still, Sir, this country cannot claim to be a welfare state, it is a Police State, where the people in the rural areas are being treated by the Police in a way that calls for a complete overhaul of the Police system of administration. The Government has created a Bureau of Police Research. I do not know how long they would take to give their findings and I think that consists, if I am not wrong, I stand open to correction, of Police Officers. I do not think we could expect much research from it. Sir, it is an open fact. Let us not try to deny it because unless we know what is the malady and unless we diagnose that, how can we find a remedy. We are completely a Police State. The poor man is at the mercy of the Police and I would venture to say that lot of these dacoities are not committed without its knowledge, or I would even go a step further, without the connivance of the local Police. Sir, for that some system has to be found out to create confidence in the people.

The Martial Law regime did put in its efforts. They tried as much as they could to control this aspect. There is no doubt that the dacoities that used to take place particularly in 1983 have been controlled in Sind but it is not yet that stage where we can be proud of a country where we are living in safety. Sir, my friend Senator Mr. Javed Jabbar gave a suggestion about the Police. I think he has a point. If the Government will consider appointment of the local Police upto the rank of S.H.O., I think, those Police Officers would not dare to do all that they are doing now. If a dacoity is committed, if a murder is committed, the Police make hay of it. Respectable people of localities are detained on suspicion, made to sit in the Police Station, and in many cases principally not even shown as arrested till they pay and go back home.

Sir, many things which are now happening for which I would very respectfully, in the interest of the public, appeal to the Minister of Interior, if he has any power to that extent, to kindly amend the law on two or three important points. The first is about the custody of women and minor boys. They should not be allowed to be at the mercy

[Mr. Ahmed Mian Soomro]

of the Police for a single night even. They should be, if they are wanted in any offence, immediately bailed out at the earliest possible opportunity. If they are required in a very heinous crime they can even be sent to judicial custody. Sir, the other day we have read of how four boys just going on the National Highway were caught hold by the Anti-Dacoit Force in Sind and raped. That is shameful.

I think the law, as far as women and minors are concerned, should make it mandatory to grant them bail or in case of offences punishable upto 10 years, they should be sent to judicial lock up but should not be left at the mercy of the Police. Sir, Section 103 of Criminal Procedure Code is being violated. It is being observed more in its violation. The police walks into any respectable person's house and if he asks for a warrant: he gets a curt reply, "take him away, complete the formality and show witnesses from the police agents". And that poor person is disrespected because he has taken the awe of the S.H.O. concerned. Sir, the clause though exists, needs to be implemented, needs to be acted upon properly and it should be seen that no person who has been a Police 'Masheer' in more than three cases should be allowed to be a witness of any search memo. The witness of the search as provided under Section 103 CRPC. must mandatorily be endorsed by two persons of the locality and they must mandatorily, not only to show the warrant of search but to give a copy to the person whose house is being searched, whose sanctity and primacy is being violated.

Then, Sir, we have various agencies, now, F.I.A. is a Central Agency which, I think, comes directly under the Ministry of Interior. It should be confined to offences of very serious nature and, particularly, offences against the State of a serious nature or of embezzelment. Its officers should not be authorized to go and replace the Police for ordinary investigation. Sir, I will give an instance to the honourable Minister wherein in Islamabad a party for foreigners was arranged by a foreign bank. It was raided by the F.I.A. staff, and a respectable gentleman was taken away, and what was found, 'two bottles of whisky'. Sir, whisky is being sold in thousands of cases but who is suffering? The Government is loosing the tax, and the smuggler is making the money by selling it at higher rates. Sir, that man had to remain in custody for three nights, because the F.I.A. put in sections of their

choice, they applied section 3 of Hadood Ordinance in order to make the offence more serious. Now, Sir, I would ask you. "Is Scotch whisky manufactured in Pakistan"? How could that section apply? What action is being taken by the Govt? They also applied Customs Act that he smuggled that whisky. Now, for Customs Act, one Magistrate says that it is not in his jurisdiction, it is under Customs Act, therefore, go to Lahore. It is only the Special Judge who will deal it. Although that offence was punishable under Customs Act but because they knew that that man would have no knowledge of that, they went to Lahore, they went to Rawalpindi. The Magistrate says it is not in his jurisdiction therefore go to Islamabad, there are so many agencies and so many courts.

Sir, please reduce the number of courts, I mean the number of courts at least to let a common man know where he can go and cry for justice. You have Special Tribunals, you have Banking Tribunal, you have Shariat Courts, Ordinary Courts, you have Military Courts. An ordinary man would get puzzled as to which door should he knock for justice. Then, Sir, in the Hadood Ordinance I would also very respectfully say in fact in the other Ordinances also an offence is not punishable. Make all the offences punishable and if the accused is found guilty, punish him, because it is an ordinary presumption of Law, and even in Islam, that unless you prove the guilt of an accused person, he is deemed to be innocent. There are cases that people remained in custody for 5 to 6 or 7 years and then acquitted. Is this justice? So, let us make an overall change in the System if you are convinced that this would be in the interest of the public. Make the offences punishable, try the man if you found him guilty. Now, what happens in a Hadood case, particularly, Sir, the Police can get hold of any person if they are not able to say Zinah, they say attempt to Zinah as they were found in other room together and then they have to be in custody for a long time till the hike they go and spend money, and if they can afford right upto the High Court. After that when the case proceeds, I have a case, Sir, which lasted for about 2 years and the lady was ultimately acquitted. What about all those days? She was divorced by her husband because of the case Sir. Is it justice? Why can't we have an overall change in our system of justice and the laws? If the case is found to be false against a woman, the Police Officer should be

[Mr. Ahmed Mian Soomro]

punished. Is there a single case where under the law any Police Officer has been sent for trial. Merely acquittal of a lady or a respectable gentleman after having been in custody for so many days till he is bailed out, is no remedy, is no justice. I would very respectfully ask the Minister for Interior to please look into this matter.

Then, Sir, corruption : You have Anti-corruption, some of the Anti-corruption people are the most corrupt people and even the Minister would say that but not all the anti-corruption people. Yes, there are honest people but majority of them are from the Police and what is the reputation of the Police officers? Now, do we have another Anti–anti-corruption or will we call it a corruption department? Sir, the more departments you create the greater scope for corruption you open. The remedy is also not to increase Police Forces, keep the number down, equip them properly and pay them properly. Can the Govt. expect from a Constable, an SHO or a DSP to live on his salary and allowances? Does the Govt. not know that it is impossible? So the Govt. is legalizing that corruption. At whose cost? At the cost of the common man. Sir, change the overall system, give them enough, give the officers enough on which they can live, at least on which you are satisfied that they can live and then only it will be the right direction. Instead of spending money on big cars for the officers and others, give them small cars for travel. The Prime Minister of India can travel in a small car, why can't officers travel in small cars? You are making small cars in the country, you will save so much foreign exchange, you will save so much expenditure. Give that saved expenditure in salaries and allowances of our officers, so that at least you can say that they can live on those salaries. But if you know that they cannot live on those salaries then, I think Sir the Govt. is responsible whichever Govt. it be from the beginning till now, for encouraging the corruption Sir.

Mr. Chairman : May I request the Member to keep the time frame also. . . . . .

Mr. Ahmed Mian Soomro : Certainly Sir. Sir, as far as the press is concerned I would again repeat that it is in the interest of the internal affairs of the country to withdraw the Press and Publication Ordinance. Keep the press free, they should be the ears of the Govt., it is not these

agencies like CID or Special Branch and others whose reports, probably, reach you after many days. Their report is the report of the Constable who sends it from there and I had very bad experience of incorrect reporting. Since my time is limited Sir, I hope I will have some other time to dilate more on this subject. But, at least, considering those suggestions which I have made to the Minister, if he is satisfied and if he feels that those are in the public interest, for God's sake, do something. Now, you have got a Parliament, please let us show faces to the people.

Mr. Chairman : Thank you very much.

جناب چیئرمین : جناب محمد علی خان۔

جناب محمد علی خان : جناب چیئرمین صاحب! میں وزیر داخلہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ملکی صورتِ حال کو زیر بحث لاکر ہمیں اس پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع عطا فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اراکین حکومت کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے جس کے ذریعے اراکین سینٹ سے متعلقہ محکموں کو بڑی مفید اور اہم تجاویز مل سکتی ہیں۔ جو یقیناً دُور رس نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔

جناب والا! آج جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں یقیناً وہ نہ صرف تشویشناک ہیں بلکہ افسوسناک بھی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں عموماً عوام امن کے متلاشی ہوتے ہیں کیونکہ سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے یہ چیز وہاں مفقود ہوتی ہے۔ یہی حال آج ہمارے ملک کا ہے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد، مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیورو کریسی یعنی نوکر شاہی نے جمہوریت کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہیں دیا۔ اور اس جمہوریت کے تابوت میں آخری کیل اس وقت ٹھونکا گیا جب مرحوم غلام احمد نے خواجہ ناظم الدین مرحوم کی کابینہ کو برطرف کیا۔ اس کے بعد جو واقعات اس ملک میں رونما ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اور جن کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ اس سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے ہم ہندوستان کی دیرینہ سازش کا شکار ہو گئے۔ ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ جناب والا! آج

[Mr. Mohammad Ali Khan]

بھی ہم نے اس سے عبرت حاصل نہیں کی اور بدقسمتی سے آج بھی ملک کے اندر اور ملک کے باہر اس مقدس سرزمین کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں ۔ ہم خاموش تماشائی بن کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں ۔

یوں لگتا ہے کہ ہمیں اس ملک کی سالمیت سے کوئی سروکار نہیں رہا ۔ ملک کی اندرونی حالت یہ ہے کہ چوری قتل ۔ رہزنی اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں برسرعام ہو رہی ہیں حتیٰ کہ اس بظاہر پُرامن شہر اسلام آباد میں بھی چوری کے واقعات دن دہاڑے ہو رہے ہیں ۔ اور اخبارات کے ذریعے ہمیں اس کی اطلاعات آ رہی ہیں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض اوقات کہ لاء انفورسنگ ایجنسیز جتنی بھی ہیں وہ ان جرائم پیشہ افراد کی حفاظت کر رہی ہیں ۔ کاروں اور بچوں کے اغوا کی وارداتیں اخباروں میں پڑھ پڑھ کے ہم دل برداشتہ ہو گئے ہیں ۔ اگر کوئی سڑک پر گاڑی کھڑی کر دے اور رفع حاجت کے لئے بھی چلا جائے تو واپس آنے پر اس کی کار غائب پائی جاتی ہے ۔ اسکول جاتے بچوں کو روزانہ اغوا کیا جا رہا ہے ۔ بڑوں کو خرکاروں کے کیمپوں میں فروخت کیا جا رہا ہے اور کمسنوں کو معذور کیا جاتا ہے ۔ ان کے ہاتھ اور ٹانگیں توڑی جاتی ہیں ۔ اور ان کو بینائی سے محروم کیا جاتا ہے ۔ اور پھر اس ملک کے بازاروں میں انہیں بھیک مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے ۔ جو معصوم اور بے گناہ بچیاں ان افراد کے ہاتھوں میں جوان ہو جاتی ہیں تو وہ پاکستان میں بازار حسن کی زینت بن جاتی ہیں ۔ کیا اسلام ہمیں یہ سبق دے رہا ہے ؟ جب کسی ملک میں مال و جان ، عزت و آبرو اور اولاد کی کوئی حفاظت نہ ہو تو وہاں ترقیاتی اور تعمیراتی کام کیسے ہو سکیں گے ۔ ہمارے سامنے سوات کی ایک مثال ہے ۔ وہ ایک پسماندہ اور پہاڑی علاقہ ہے لیکن امن و امان کی بدولت جتنی ترقی اس سابق ریاست نے کی ہے اس کو لوگ مثال کے طور پر پیش کر رہے ہیں ۔

جناب والا ! جہاں تک رشوت کا تعلق ہے اس کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جائے اور جتنا بھی کہا جائے وہ قلیل ہو گا ۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اقل ہو گا ۔ پہلے زمانے میں یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں آدمی رشوت خور ہے یا فلاں جگہ پر رشوت کا بازار گرم ہے ۔ آج قدم قدم پر رشوت کی مارکیٹیں کھل گئی ہیں ۔ کوئی بھی شعبۂ زندگی اس سے خالی نہیں ہے ۔ جس کی جیب خالی ہو تو تھانے اور تحصیل

تو کہا میں سمجھتا ہوں کہ وہ پٹواری کے دفتر میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور یہ وہ پٹواری ہے جس کے طفیل ستر فیصد آبادی ملک کی عدالتوں کا رُخ کرتی ہے اور جناب والا آپ کو پتہ ہے کہ جب عدالتوں میں مقدمات لے جاتے ہیں تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے؟ اور یہ مقدمے سالہا سال تک چلتے ہیں۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے کہ:

Justice delayed is justice denied لیکن یہ چیز یہاں پر لاگو نہیں ہے۔ یہاں تو ہم پروسیجرل میٹرز میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر بھی ان مقدمات کے بارے میں لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی جیتا تو وہ ہارا۔ اور اگر کوئی ہارا تو وہ مرا۔ پہلے لوگ جناب والا راشی لوگوں کو انگلیوں پر گنا کرتے تھے لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے اب دیانتداروں کو لوگ گننے لگے ہیں اور ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی اس ملک میں آپ کو دیانتدار نہیں مل سکے گا۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم نے اسلامی اقدار کو پس پشت ڈال کر False sense of dignity and false standards of living. کو اپنایا ہے۔ اگر ہم اس کو چھوڑ دیں اور خدا کا خوف کریں تو یقیناً ہم اس بلا سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

مدینہ سٹیٹ ہماری ایک مثالی سٹیٹ ہے۔ خلفائے راشدین نے سادگی کو اپنا شعار بنا کر اور خوف خدا دل میں ڈال کر دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کی ہے۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ بددیانت اور رشوت خوروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے ہم ان کی پذیرائی کر رہے ہیں۔ ان کو مزید ترقیاں دے رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اسلام یہ سبق سکھاتا ہے کہ تعاونو علی البر والتقوی ولا تعاونو علی الاثم والعدوان۔ لیکن کیا ہم اس پر چل رہے ہیں۔ کیا یہی ترویج اسلام ہے جس کے نقارے ہم دن رات پیٹتے پیٹتے تھکتے نہیں۔ بدقسمتی سے ملک کی دولت سے کھیلنے والے لیٹرے آج اپنے آپ کو ہیرو بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ لیکن ہم انہیں کہتے ہیں کہ اپنے عادات و اطوار تبدیل کر دو اور اب زمانہ وہ نہیں رہا جس میں تم یہ چیزیں پہلے کر رہے تھے۔ اور اگر تم نے نہیں کیا تو نوشتہ دیوار جو آپ کے سامنے

[Mr. Mohammad Ali Khan]

ہے آپ کو پڑھنا چاہیئے۔ تاریخ سے آپ کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور جب ان کی رشوت خوری کا آفتاب نصف النہار پر آئے گا تو یقیناً ان کے لئے دوسرا مرحلہ قعرِ مذلت میں گرنے کا ہوگا۔ جہاں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔

جناب والا! اس ضمن میں یہی کہنا مناسب سمجھوں گا کہ یہاں ملک میں تین قانون بیک وقت نافذ ہیں۔ اور کوئی بھی مارشل لائی کوڑوں یا حدود کے ڈر سے اس ہیں جلنے کے لئے تیار نہیں۔ لہذا تعزیرات پاکستان کے ساتھ چالان کرنے کے لئے وُہ بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لہذا ان تین چیزوں میں سے ہمیں ایک چیز کو اپنانا چاہیئے۔ اب کافی وقت گزر چکا ہے اور ہم نے کافی نقصان کر لیا ہے۔ اس طرح جناب والا! منشیات، فحاشی، عریانی، وی سی آر کے ذریعے نئی نسل کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ہیروئن کے عادی دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ بیروزگار نوجوانوں میں سرایت کرنے کے بعد اب اس نامراد نشے نے سکولوں اور کالجوں کا رُخ اختیار کر لیا ہے اور مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے گرلز کالجز بھی اس سے نہیں بچے۔ اس کے علاوہ سمگلنگ، چور بازاری ذخیرہ اندوزی اور ایڈلٹریشن زوروں پر ہے۔ یہاں تک کہ ادویات میں بھی ملاوٹ ہو رہی ہے۔ جو لوگ اس کا کاروبار کر رہے ہیں وہ لوگوں کی صحتوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اس ضمن میں عام طور پر آج کہا جا رہا ہے کہ اگر پاکستان میں کوئی زہر بھی کھالے تو وُہ مرے گا نہیں کیونکہ وہ بھی خالص نہیں ہے۔ اور ایسے لوگ دونوں ہاتھوں سے ملک کی دولت کو سمیٹ رہے ہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ اب انہیں حکومت کی سرپرستی اور پشت پناہی بھی حاصل ہے۔

جناب والا! حرام کی کمائی کو اب بانڈز کی شکل دی جا رہی ہے اور جرمانے کی جگہ اب انہیں منافع تقسیم ہوگا۔ چور بازاری کا یہ حال ہے کہ جب ایک دفعہ قیمتیں چڑھ جائیں تو پھر اس میں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور عموماً یہ نیک کارروائی ماہ رمضان سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے بڑا خطرہ جو ملک کو درپیش ہے وہ ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں ہیں۔ ہمیں ان پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اس ملک سے کوئی محبت نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا

اس ملک سے کوئی سروکار نہیں ان کا کعبہ مکہ نہیں ہے وہ کہیں اور ہے یعنی ماسکو میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو انٹرنیشنل سٹیزن کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں وہ زبان بھی استعمال کر رہے ہیں اور قلم بھی استعمال کر رہے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف Print میڈیا کے ذریعے ہمارے لوگوں کو گمراہی کے راستے پر ڈال رہے ہیں۔ بالکل آج کل وہ T.V اور ریڈیو میں سرایت کر چکے ہیں اور ملک میں کلاس وار (Class war) کی ابتداء کی خاطر نت نئے ڈرامے پیش کر رہے ہیں۔ جن کو ہم سب بال بچوں سمیت بڑی بے تابی اور شوق سے دیکھتے ہیں۔

جناب والا! اس کا بھی سدباب کرنا چاہیئے۔ بلکہ میری تو ایک تجویز ہے کہ جس طرح ہم نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا اسی طرح بے دین کمیونسٹوں کو بھی ہمیں چاہیئے کہ اقلیت قرار دے دیں۔ تاکہ ان کے شر سے سادہ لوح مسلمان بچ سکیں۔ چونکہ مجھے پتہ ہے کہ آپ میری طرف دیکھ رہے ہیں اور وقت بھی کم ہے میں نے جناب والا! بہت کچھ کہنا ہے لیکن میں صرف اس پر اکتفاء کروں گا کہ اگر ہم نے قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو کر اس کام کو نہیں سنبھالا تو یقیناً" میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۔

وما علینا الا البلاغ o

جناب چیئرمین :- جناب عبداللہ خان روکڑی صاحب۔

امیر عبداللہ خان روکڑی :- میں سب سے پہلے جناب چیئرمین صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے موقع دیا ہے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔

جناب والا! میں نے اس وقت تک جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ اس ملک میں دیکھا ہے اس سے میرا یہ اندازہ ہے کہ کسی زمانے میں کسی وقت میں اس طرح حالات نہیں تھے جو اس وقت موجود ہیں۔ جناب والا سمگلنگ کے متعلق، ہیروئن کے متعلق، کرپشن کے متعلق میرے سارے دوست اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اگر میں مزید اس پر روشنی ڈالوں تو میرے خیال سے کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکوں گا۔

بہرصورت کرپشن کے متعلق مجھے تمام دوستوں سے اختلاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ملک میں کرپشن بالکل نہیں ہے یہاں تک کہ میں سمجھتا ہوں کہ

[Amir Abdullah Khan Rokari]

اگر یہ کوئی جاندار چیز ہوتی تو جو الزامات اس پر لگائے جاتے ہیں یہ خودکشی کر جاتی۔

جناب والا! اس وقت ملک میں کرپشن نہیں ہے تجارت ہے۔ جناب والا کرپشن تو وہ تھی کہ جو آدمی بددیانت ہوتا تھا تو وہ اپنی بیوی کو بھی نہیں بتاتا تھا۔ کہتا تھا کہ بیوی کو بتایا تو وہ کھانا نہیں پکائے گی وہ سمجھے گی کہ کھانا حرام ہے۔ کرپشن وہ تھی کہ وہ اپنے پڑوسی کو بھی معلوم نہ ہونے دیتا تھا۔

اب میں آپ کو کونسی مثال دوں۔ میرٹ کے اوپر کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ بات ہے جو زیادہ پیسے دیتا ہے اس کے حق میں انصاف ہو جاتا ہے۔ یہ میری زیادتی نہیں ہے میں زیادہ پیسے دیتا ہوں میرے حق میں فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسرا زیادہ پیسے دیتا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے۔ جناب کسی سے رو رعائت نہیں ہے سیدھی سادھی بات ہے یہ تجارت ہے اس کو میں کرپشن نہیں کہتا، رہا اس کا علاج جو چیز بتائی جائے اس کا علاج بھی ضروری ہوتا ہے۔ لیکن علاج بتانے سے تھوڑا سا معذور ہوں۔ میری معذوری یہ ہے، میں نے یہ سن رکھا ہے کہ کسی ولی اللہ کے پاس کوئی شخص گیا اور اس نے کہا کہ میرا بیٹا میٹھا زیادہ کھاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگلی جمعرات کو لے آنا دوسری جمعرات کو گیا تو ولی اللہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ بیٹا میٹھا مت کھایا کرو۔ اور جو دوسرے خلیفہ بیٹھے تھے اس نے کہا کہ یا حضرت یہ اسی دن آپ نے کیوں نہیں کہہ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت تک میں خود میٹھا کھاتا تھا۔

جناب والا! جب تک کرپشن اوپر سے بند نہیں ہو گی نیچے سے بند نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے اب جب بھی ذکر آتا ہے کبھی ہیڈ کانسٹیبل کا ذکر آتا ہے کبھی سپاہی کا، جیسے کہ میرے فاضل دوست نے ذکر فرمایا ہے کہ جب میں سب انسپکٹر پولیس کی تنخواہ دیکھتا ہوں۔ اس کی ۵۰۰/- روپے تنخواہ ہے۔ اور اسے جب اسلام آباد میں مکان کرایہ پر لینا پڑتا ہے تو تین ہزار روپے پر۔ تین ہزار روپے کرایہ دینے والا آدمی، رئیس اعظم ہوتا تو وہ سپاہی بھرتی نہ ہوتا۔ وہ پندرہ سو روپے پہلے کرائے کا پورا کرے گا۔ پھر اس کو جب بچے سکول میں داخل کرانے پڑتے ہیں معاف کریں وہاں بھی رشوت دینی پڑتی ہے، میں نے ایک کلرک کے جو میرے پاس

آیا تھا پرائمری کلاس کے اندر لڑکے کو داخل کرانے کے لئے ایجوکیشن منسٹری کو بھی Request کی کہ اس کے بچے کو ذرا داخل کرادیں مگر وہاں بھی معلوم ہوا کہ یہ چیز موجود ہے۔ بہ حالت میں تعلیم کی بنا رہا ہوں جہاں کرپشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہاں پرائیویٹ سکول تو چل رہے ہیں آپ کے اپنے سکول ختم ہو چکے ہیں۔

جناب والا! ہیروئن کا ذکر بھی آیا ہے ہیروئن کا میں یہاں تک ذکر کروں گا جیسے کسی زمانے میں مشہور تھا کہ چین کے اندر انگریزوں نے ان کو خراب کرنے کے لئے افیون بھیجی اور اس قوم کو ذہنی طور پر معطل کرنے کے لئے افیون کا عادی کر دیا تھا اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں کوئی باہر کی طاقت ہیروئن اتنی سپلائی کر رہی ہے۔ جو خطرناک ہے۔ جناب میرے فاضل دوست نے صرف کالج کی بچیوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر اب تو ہمارے دیہاتوں میں ہماری ماؤں، بہنوں نے بھی ہیروئن کھانا شروع کر دی ہے۔ اس لئے جناب والا اگر توجہ نہ دی گئی تو بہر حال معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہیروئن کا کاروبار بہت بڑے لوگ کر رہے ہیں۔ کوئی معمولی آدمی نہیں کر رہا ہے۔ اس میں بہت بڑے لوگ شامل ہیں۔ اسی لئے پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔

جناب والا! ابھی چھوٹی بڑی موٹروں کا بھی ذکر آیا ہے اگر میرے بس میں ہو تو میں کسی افسر کو سرکاری موٹر نہیں دوں گا۔ میں ان کو موٹر الاؤنس دیتا" نہ پٹرول زائد خرچ ہوتا اور نہ بڑی موٹر کی فکر مجھے ہوتی۔ الاؤنس لینا نہ مری روز بچوں کو لے جاتا اور نہ اور کسی جگہ بچے لے جاتا اس کا الاؤنس ہوتا جو اس کی مرضی کرتا۔ اپنی کار رکھتا۔ کار اگر وہ نہیں رکھ سکتا اس کے لئے میں قرضہ بغیر سود کے دیتا اور قسطوں میں واپس لیتا۔ لیکن اب جس ماڈل کی میرے پاس کار ہے اسی ماڈل کی سرکاری افسر کے پاس کار ہے۔

جناب والا! یہی خامی نیشنلائزیشن میں ہوتی ہے۔ جو چیز سرکار کے پاس آتی ہے چاہے وہ کار ہو، سڑک ہو، مکان ہو، خواہ کوئی چیز ہو، وہ لاوارث ہو جاتی ہے، سرکاری کار جو اس آفیسر کے پاس ہوتی ہے اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس کا ڈرائیور کوئی نہیں

[Amir Abdullah Khan Rokari]

ہوتا۔اس پر ہر بچہ، بچی ڈرائیونگ سیکھنا شروع کر دیتی ہے۔کیونکہ وہ مفت کا مال ہوتا ہے۔اگر ان پر پابندی ہو، ان کو آپ الاؤنس دیں، اور کار بے شک نہیں خرید سکتا۔اب بھی میں کہتا ہوں کہ آپ ان کو بغیر سود قرضہ دیں۔

جناب والا! ابھی حدود آرڈیننس کا ذکر آیا ہے۔اب ایک تماشہ بن گیا ہے۔ مجھے اگر کوئی خراب کرنا چاہتا ہے تو میرے خلاف چھوٹی سی درخواست دیدے تو پولیس افسر جیسے کہ میں نے کہا ہے ممکن ہے میرے پر مقدمہ حدود آرڈیننس کے تحت نہیں کرے گا کیونکہ میں زیادہ پیسے دیدوں گا لیکن جو مجھ سے کمزور ہو گا وہ ضرور پھنس جائے گا۔آج اس کی قیمت بہت زیادہ دینی پڑتی ہے۔شاید آپ کو پورا پتہ نہ ہو کیونکہ آپ اس سے بچے ہوئے ہیں لیکن ہم دیہاتوں میں رہتے ہیں ہمیں پتہ ہے کہ کیا کیا تکلیفیں ہیں۔

جناب والا! ہمیں ایک اور تکلیف ہے۔پسماندہ علاقے میں لوگوں کو یہ تکلیف ہے کہ تھرڈ ڈویژن کو نہ کوئی میڈیکل کالج میں لیتا ہے اور نہ انجنیئرنگ کالج میں لیتا ہے میرے میانوالی میں فرسٹ ڈویژن لینے والا ہی کوئی نہیں ہے۔ وہ کہاں سے فرسٹ ڈویژن لے، جب میٹرک کو پڑھانے والا ٹیچر ہی میٹرک ہے۔ لاہور کیتھیڈرل میں میرے چھوٹے نواسے ہیں۔ وہ جتنی انگریزی بول سکتے ہیں یہ نانا نہیں بول سکتا۔اب ان سے یہ دیہاتی کیسے مقابلے کرے۔میں کہوں گا کہ جتنے پسماندہ علاقے ہیں یا تو انہیں تعلیمی رعائتیں دی جائیں۔یا پھر ڈویژن وغیرہ کی پابندی نہ لگائی جائے ۔ دیہاتیوں میں کامن سینس وغیرہ کی کمی نہیں ہے۔انہیں داخلوں میں رعائتیں دی جائیں تاکہ وہ بھی کچھ پڑھ لکھ جائیں اور ان کو بھی نوکری ملے۔اس وقت ہمارے لئے چوکیداری اور سپاہی گیری کے علاوہ اور کوئی نوکری نہیں ہے۔

جناب والا! اگلے دن یہاں ایک سوال پیدا ہوا بلوچستان کا۔میں جناب بلوچستان سے نہیں ہوں۔لیکن ایسے ضلع سے تعلق رکھتا ہوں جو پسماندگی میں بلوچستان سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔جناب والا! یہ جو ریشو بنائی گئی ہے یہ ریشو میں کل پوری کر کے دکھا سکتا ہوں۔ انگریز ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائر کر دیتا تھا۔آپ ریٹائر کرتے ہی نہیں ہیں۔جب ریٹائر کوئی نہیں ہو گا۔تو بلوچستان والوں کو نوکری نہیں

ملے گی۔ سندھ والوں کو نوکری نہیں ملے گی اور ہمارا وہی حشر ہوگا جو پہلے ہو چکا ہے اور ایسٹ پاکستان ہم نے کھو دیا ہے۔ اسی لئے کہ ہم نے ان کو سروسز میں پورا حصّہ نہ دیا۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ ان کے پاس آدمی نہیں ہیں۔ وہ اس قابلیت کے نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وُہ ہم سے علیٰحدہ ہو گئے۔ اور چند نوکریوں کے لئے نفرت پھیلتی رہی۔ اب بھی سندھ اور بلوچستان ہمارے خلاف اسی لئے ہو رہے ہیں کہ ان کو نوکریوں میں پورا حِصّہ نہیں مل رہا۔

جناب والا! آج ایسٹ پاکستان آپ سے ایک بھی ملازم نہیں مانگ رہا۔ اب کیسے وہ گزارا کر رہا ہے۔ یہی حالات پسماندہ ضلعوں کے ہیں۔ یہ کیمبلپور سے لے کر میانوالی، بھکر، لیہ، ڈیرہ غازی خان یہ میں پنجاب کی بات آپ کو بتا رہا ہُوں۔ اگر کسی ضلعے کا آدمی اتفاقاً آرمی کی وساطت سے افسر بن گیا ہو تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہی حالت بلوچستان کی ہے اور یہی حالت سندھ کی ہے اگر ان پسماندہ صوبوں کو سروسز میں پورا حِصّہ نہ دیا تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہم ان حالات سے گزر رہے ہیں کہ ہمارے دشمن بہُت زیادہ ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں۔ ہم نے اکٹھے مل کر پاکستان بنایا تھا۔ نہ ہم سندھی ہیں نہ بلوچی ہیں نہ ہم پٹھان ہیں نہ ہم پنجابی ہیں ہم صرف پاکستانی ہیں۔ میں آپ کو نوٹس دینا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے ایک دوست نے اعتراض کیا تھا کہ صوبے کا گورنر مقامی شخص نہیں ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی صوبے کا گورنر ہونا لازمی ہے۔ آج اگر سندھ کا گورنر سندھی ہوتا تو آج صرف پنجابی کو گالی نہ ملتی ساتھ سندھی کو بھی ملتی۔

ہم سب پاکستانی ہیں۔ ہم کسی قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لئے جناب والا! میں گستاخیاں کر رہا ہوں۔ میں پنجابی ہوں۔ پنجاب میں رہنے والا ہوں لیکن پنجابی ہوتے ہوئے بھی میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کے لئے ہر ڈویژن کو صوبے کا درجہ دیں۔ ہمیں کچھ نہیں ملتا حقیقت یہ ہے کہ بڑے شہروں کے علاوہ دیہاتی آبادیوں کو بالکل نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ میں نے الیکشن لڑا ہے۔ میں نے علاقہ دیکھا ہے۔ اتنی غربت ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جب میں آپ کی فیاضی دیکھتا ہوں کہ مجھے ایک لاکھ دس ہزار روپیہ دیدیا گیا ہے میں سوچتا رہا کہ یہ میرے ذمے ہے۔ جو نوارد ہیں ان کو نہیں تجربہ۔ جب

[Amir Abdullah Khan Rokari]

ایک لاکھ دس ہزار کی تقسیم کی باری آئی تو میں نے سوچا کہ پتہ نہیں پرسوں یہ حکومت ہو یا نہیں۔ تو جب یہ پوچھیں گے کہ یہ ایک لاکھ دس ہزار جس کو دیئے تھے وہ آدمی کہاں ہے۔ میں نے وہ واپس کر دیا۔ لیکن آپ نے دس روپے فی بستر مریضوں کے اوپر لگا دیا آپ نے مجھے ایک لاکھ دس ہزار روپے رشوت کے طور پر دیا تھا۔ میں کہتا ہوں کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ غریب بچے جو دیہات سے علاج کے لئے آتے ہیں ان کے پاس دس روپے نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ایک لاکھ دس ہزار روپیہ جو مجھے دیا تھا وہ ان کے بستروں کے لئے مختص کر دیں۔ جناب والا! یہ پاکستان امیروں نے نہیں بنایا تھا۔ یہ پاکستان غریبوں کے خون سے بنا تھا۔ آپ اس کی تاریخ دیکھ لیں۔ اگر آپ ان کی حاجت روائی نہیں کریں گے۔ تو نہ یہ پاکستان رہے گا اور نہ ہم رہیں گے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں نے کافی وقت لیا۔

جناب چیئرمین :- بہت بہت شکریہ۔ جناب فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا : جناب چیئرمین صاحب ! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا کہ ہم کچھ بلوچستان اور کچھ ملک کے حالات پر روشنی ڈال سکیں۔ کہنے کو تو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جو آپ اور ایوان سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن سر دست میں پولیس پر تھوڑی سی بات کروں گا۔

پولیس کے لئے بجٹ میں ہر سال اضافہ کیا جاتا ہے جس پر میرے خیال میں کسی بھی پاکستانی کو یا اس ایوان کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ حالات اور جرائم کے پیش نظر ان کو جدید سے جدید آلات ملنے چاہیئں۔ تاکہ وہ جرائم کی بیخ کنی کر سکیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ وہ تمام بجٹ عیاشی اور سہولتوں کے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ اور جرائم دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ ڈکیتی، چوری وغیرہ کا سدباب آپ کے سامنے ہے۔ اور جب کوئی آدمی تھانے رپورٹ درج کرنے کے لئے جاتا ہے تو ایس ایچ او صاحب پہلے تو تین دن ایف آئی آر درج ہی نہیں کرتے۔ اور کوئی آدمی غریب ہے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ دیا جاتا ہے کہ اس طرح تم خود اس میں پھنس جاؤ گے۔ آپ کے پاس کوئی لائن نہیں ہے کوئی شناخت نہیں ہے۔ یہ تجربہ مجھے خود ہوا ہے۔ میرے سٹور سے سیمنٹ چوری ہوا تھا میں وہاں

ایف آئی آر درج کرانے گیا تو انہوں نے میری ایف آئی آر لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں مجھے اپنا تعارف کرانا پڑا کہ میں کون ہوں اور میری چوری ہوئی ہے۔ تب انہوں نے ایف آئی آر درج کی۔ یہ مسئلہ عام آدمی کے لئے بہت زیادہ ہو سکتا ہے اور غریب آدمی تھانے میں ایس ایچ او سے لڑ نہیں سکتا۔

پولیس کی یہ رپورٹ بالکل غلط ہے کہ جرائم کم ہو رہے ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جرائم دن بدن زیادہ ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اگر پولیس غلط رپورٹنگ کرتی رہی اور ہمارے Policies انہی غلط رپورٹوں پر بنتی رہیں تو یہ معاملہ خطرناک حد تک آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ لائسنس کا اجراء بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔ آئے دن آپ دیکھتے ہیں کہ ہائی ویز پر جو ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔ ان میں بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ جب بھی لائسنس دیتے ہیں تو یا تو رشوت کی بنا پر یا سفارش کی بنا پر۔ اور جو لائسنس دینے کا صحیح طریقہ کار ہے وہ یہ اختیار نہیں کرتے۔ یہ وہیکل انسپکشن سرٹیفکیٹ جو ایشو کرتے ہیں اس کے لئے کبھی بھی انہوں نے کسی ٹرانسپورٹ وہیکل یا پرائیویٹ کو انسپکشن کے لیے نہیں بلایا ہے۔ اور نہ اس کو چیک کیا ہے۔ ویسے ہی ان کو انسپکشن سرٹیفکیٹ دے دیتے ہیں۔ جس میں توڑ پھوڑ اور بریکوں کا صحیح طریقے سے کام نہ کرنا وغیرہ بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ جو حادثے کا ایک سبب بھی بن سکتا ہے۔ وزیر داخلہ صاحب سے یہی عرض ہے کہ جتنا ان سے ہو سکے وہ کریں گو کہ یہ سب کا کام ہے۔ وزیر داخلہ صاحب بھی اس میں اکیلے کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ جتنے حضرات نے جتنی مشکلات بیان کی ہیں اس میں ہم پورے کے پورے بطور قوم ملوث ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میں نے کبھی کسی مرحلے پر سفارش کی ہو کہ اس کا لائسنس دے دو لیکن یہ ہے کہ ہم سب کو مل کر اسکا سدباب کرنا چاہیے اور اس پریکٹس کو بند کرنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ جناب! میں تھوڑا سا انٹی کرپشن پر بھی بولنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے ردوکڑی صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ انٹی کرپشن بذات

[Engineer Syed Muhammad Fazal Agha]

خود ایک کرپشن ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس میں میں کہوں گا کہ مستثنیات ہو سکتی ہیں۔ کہ کچھ لوگ ہوں گے کہ جو اس میں ملوث نہ ہوں ورنہ بذات خود وہ ایک ڈیپارٹمنٹ ہے۔ ایک کاروبار انہوں نے کھولا ہے۔ ایک دوکان ہے وہ گھر گھر اور دفتر دفتر جا کر معلومات حاصل کرنے میں انہوں نے اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں کہ کون سا آدمی کرپشن میں کتنا ملوث ہے اور پھر اس کو بلاتے ہیں اس سے باقاعدہ اپنا پرسنٹیج مقرر کرتے ہیں۔ جس کے لیے ہماری ایف آئی اے بھی ہے جو فیڈرل ایجنسی ہے اور اس کا بھی یہی سٹیٹس ہے اور یہی طریقہ کار ہے جس سے روز بروز کرپشن بڑھتی جا رہی ہے۔ میں ساتھ ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ کرپشن بڑھانے میں ہمارا بھی ہاتھ ہے۔ اس لئے کہ ہم بجائے اس کے کہ اس کی مزاحمت کریں لیکن ہم پولیس اور انٹی کرپشن کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو گئے ہیں کہ ہم مزاحمت نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ اوپر کسی کی شنوائی نہیں ہوتی ہے۔ آپ کہیں بھی جائیں بیوروکریسی ۸ سال سے اتنی بے لگام ہو گئی ہے۔ کہ وہ کسی معاملے کو پرکھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ کسی بھی بات کو سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جب آپ کسی افسر بالا کے پاس افسر زیریں کی شکایت لے کر جائیں گے وہ آپ کو وہاں سے نکال دیں گے۔ لہٰذا اس طرف توجہ دی جائے یا تو یہ انٹی کرپشن کا محکمہ بالکل ختم کر دیا جائے یا جو محکمے کا سربراہ ہو کسی بھی محکمے سے تعلق رکھتا ہو اس کو اس کا ذمہ دار بنایا جائے کہ جی آپ کے محکمے میں کوئی ڈسکریپینسی ہے یا نا اہلیت ہے آپ خود جواب دیں۔ اس میں سیکریٹری صاحب ہو سکتے ہیں یا کوئی اور صاحب ہو سکتے ہیں تاکہ یہ بوجھ جو انٹی کرپشن کا بوجھ ایک طرف بجٹ پر پڑ رہا ہے اور دوسری طرف سے عوام کی جیبوں پر اور تیسری طرف سے کرپشن کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے۔ کیونکہ جن صاحب کو انٹی کرپشن کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ اس کے بعد تو پھر تو کرپٹ رہا ہی نہیں وہ جتنی چاہے کرپشن کرے۔

تیسری بات جناب والا! کسٹم اور کوسٹ گارڈز کے متعلق ہے۔ کسٹم پر ہر سال اخراجات بڑھ رہے ہیں لیکن بجٹ میں ان کی آمدنی بہت کم دکھائی گئی ہے کسٹم کی ڈیوٹی یہ ہے کہ ہمارے باڈروں پر غیر قانونی اشیاء کی درآمد کی جو یہاں پر بین ہیں۔ اجازت نہ دی جائے لیکن کسٹم والے جان بوجھ کر اجازت دیتے ہیں۔ فرض کریں کہ اگر چمن سے کراچی تک جانا ہے یا طورخم سے کراچی تک جاتا ہے تو چمن کے بیریئر والے اس ٹرک سے پیسے لے کر اس کو آگے پاس آن Pass on کر دیتے ہیں اس کے بعد وہ قلات جائیں گے اور قلات کے بعد قلات گلا پہنچے گا اسی طرح ہوتے ہوتے کراچی تک ان کی اپنی دکانیں لگی ہوتی ہیں اور اس ٹرک والے کو جو دس روپے کا مال لے کر چلتا ہے۔ کراچی تک سو روپے الگ دینے پڑتے ہیں اور وہ اس کے بعد وہ مال کراچی میں یا لاہور میں یا کہیں بھی آپ دیکھ لیں دستیاب ہے تو اس کسٹم کی یا یہ جو کوسٹ گارڈز ہیں ان کے رکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ نہیں ہیں

ہمارے پاس سب کچھ فارن کا سمگلنگ میں موجود ہے لیکن روپے کی چیز دس روپے ہیں وہ اس لئے کہ ۹ روپے تو اس میں کسٹم والے کھا گئے ہیں اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ بہت اہم پوسٹ ہے۔ کسٹم انسپکٹروں کا انٹرویو ہوا تھا۔ اس میں یہ ہے کہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے ایک انسپکٹر کی پوسٹ کے لوگ آفر کرنے کے لئے تیار ہیں، ایک سکیل ۱۱ اور ۱۶ کا ملازم جس کی ۴، ۵ سو روپے تنخواہ ہے اس کے لیے لوگ ڈیڑھ لاکھ روپے دیتے ہیں۔ ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، چیئرمین صاحب! آپ کے علم میں بھی ہے اور یہاں جتنے حضرات بیٹھے ہیں ان کے علم میں بھی ہے کہ ہر پوسٹ پر پیسے لگتے ہیں اگر یہ کرپشن نہیں تو یہ پیسے کیوں دیئے جاتے ہیں۔ میں ساتھ ساتھ یہ بھی تجویز کروں گا کہ جتنی بھرتی کرنے کی کمیٹیاں ہیں ان میں پبلک کے نمائندے ہونے چاہیں میرا مطلب اپنے آپ سے

[Engineer Syed Muhammad Fazal Agha]

نہیں ہے ۔ ہم میں سے کوئی بھی ، جو ایماندار لوگ ہیں ان کو ان کمیٹیوں میں ہونا چاہیے تاکہ کرپشن کی حوصلہ شکنی کی جا سکے ۔

ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی غریب لوگ یا گوادر سے چلتے ہیں کراچی تک یا پچمن سے چلتے ہیں کراچی تک تو وہ گوسٹ گارڈز والے یا کسٹم والے ہر جگہ پر بس روکتے ہیں اور انہیں تنگ کرتے ہیں کیا یہ اچھا نہ ہو تا کہ وہ بیریئر پر ہی تمام سمگلنگ بند کر دیں

لیکن میں نے عرض کیا ہے ۔ کیونکہ اصل مقصد تو سمگلنگ بند کرنے کا نہیں ہے عوام اس پر بہت زیادہ بے چین ہے ۔ جو فاصلہ ان کو ۸ یا ۱۰ گھنٹے میں طے کرنا ہوتا ہے ، جو آگے تنگ آتے ہوتے ہیں ، ٹریفک کی سہولتیں آپ کو معلوم ہیں کہ جو ہم دے سکتے ہیں اپنے حالات کے مطابق وہ بہت کم ہیں لیکن وہ سفر جو ہے وہ ۱۵ ، ۱۶ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے ۔ اس لئے کہ ہر بیس منٹ کے بعد انہوں نے ایک بیریئر لگایا ہوا ہوتا ہے اور اس کو وہ اپنا چائے پانی کہیں یا جیب خرچ کہیں یا جو بھی کہیں وہ لے کر پھر آگے چلتا کر دیتے ہیں ۔ جناب ! اس طرف کچھ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ جس طرح بھی ہو سکے ۔ یہ ارباب اختیار کا مسئلہ ہے ۔ وہ اس کو ذرا ہلائیں اور ٹھیک کریں ۔

جناب والا ! منشیات کا یہ حال ہے کہ وہ کسٹم اور کسٹم گارڈز وغیرہ میں کور ہو جاتا ہے ۔ منشیات باہر سے آتی ہیں ۔ اس پر ہمارے بہت سے ساتھی بول چکے ہیں ۔ خصوصاً نوجوان طبقہ اس میں بہت ملوث ہے ۔ اور ایک Census کے مطابق پاکستان میں ۵ لاکھ لوگ ہیروئن کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ جو کہ ہمارے ملک کے لئے بذاتِ خود اپنی موت آپ کا سبب بن سکتا ہے ۔ اور آئندہ چل کر یہ فلور آپ کو اور ہم کو آنے والے بچوں کے حوالے کرنا ہے اور انہوں نے اس ملک کو سنبھالنا ہے ۔

اس کے علاوہ ایک حساس مسئلہ ہمارے ہاں اور خصوصاً صوبہ سرحد میں ہے۔ جو افغان مہاجرین کا ہے۔ افغان مہاجرین بہت بڑی تعداد میں پاکستان میں آگئے ہیں۔ ہمیں انسانی اور اسلامی اخوت کی بنا پر ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ اصولی طور پر ہم نے ان کو رکھا ہے۔ بالکل ہمارے سر آنکھوں پر، وہ ہمارے مہمان ہیں۔ اسلامی روایات میں بھی اور ہماری اخوت اور برادری اور کلچر کے حساب سے بھی وہ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے پاس رہیں لیکن جناب! ان مہمانوں کو رکھنے کے لئے کوئی جائز اس طرح کا طریقہ کار ہونا چاہیے کہ وہ اس طرح سڑکوں پر بیکار نہ پھرتے رہیں جس سے دن بدن جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ صرف وہ ہی جرائم پیشہ ہیں۔ ہمارے پاس بھی مقامی جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں۔ لیکن وہ ہاتھ ملا لیتے ہیں اور پھر رات کو راستوں پر گھومتے پھرتے ہیں جس سے ڈکیتی اور چوری کی وارداتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ میری تجویز یہ ہو گی کہ ان لوگوں کو اپنے کیمپس تک محدود کیا جائے ان کی خاطر خواہ تعلیم کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ مصروف رہیں ایک تعلیم یافتہ انسان بن سکیں اور گورنمنٹ کر سکے تو ان کے کیمپس میں جو بہت کاریگر لوگ ہیں۔ ان کے لئے چھوٹی صنعتیں یا کاروبار، اور کام کا طریقہ مہیا کیا جائے۔ تاکہ وہ کاروبار کر سکیں۔ کیوں کہ آپ کو پتہ ہے کہ فارغ آدمی ایک طرح سے شیطان کا ہی بھائی ہوتا ہے۔ جب آپ ان کو کھانا کھلائیں گے اور بھکاری بنائیں گے، وہ کاروبار میں نہیں ہوں گے، تعلیم میں نہیں ہوں گے تو یہی ہو گا کہ ہمارے لوگ زیادہ ان سے متاثر ہوں گے اور یہ افراتفری جو آج کم ہے کل ہو سکتا ہے زیادہ ہو جائے۔ پنجاب اور سندھ کے بھائی شاید اس بات کو محسوس نہ کر سکیں لیکن سرحد اور بلوچستان کے لوگ اس مسئلہ سے دوچار ہیں تو جناب! اس کے لئے یہ ہے کہ ان کے کیمپوں میں کوئی خاطر خواہ بندوبست ہو تاکہ وہ آرام سے رہ سکیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ بلوچستان اور سرحد چونکہ بارڈر پر ہیں اور رحیم داد خیل صاحب کے موشن میں بھی یہی تھا کہ آئے دن ہم پر افغانستان کی طرف

[Engineer Syed Muhammad Fazal Agha]

سے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ تو میری ایک تجویز یہ ہے کہ وہاں دیہاتی دفاعی نظام کے طریقے سے کوئی نظام چلایا جائے جو ہمارے بارڈر کے گاؤں اور دیہات میں رہنے والے جو ہیں ان کو مسلح کیا جائے تاکہ وہ اپنا تحفظ کر سکیں ان کو گورنمنٹ کی طرف سے کچھ اسلحہ دیا جائے تاکہ رات کے وقت یا کسی ایسے وقت میں جہاں پر ہماری اپنی ملیشیا موجود نہ ہو ہم اپنا دفاع خود کر سکیں۔ اس بات پر میں زور دوں گا کہ بارڈر کے لوگ جو ہیں اور بارڈر کے جتنے دیہات ہیں ان کو سیلف ڈیفنس میں مسلح کیا جائے اور گورنمنٹ کی طرف سے ان کو کچھ اسلحہ وغیرہ مہیا کیا جائے اور لائسنس وغیرہ ان کو جاری کیے جائیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جیسے روکڑی صاحب نے فرمایا ہے۔ ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے آپ کو اور ہماری حکومت کو بڑا صحیح مشورہ دیا ہے۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کو ہم چھپانا تو چاہتے ہیں لیکن اندر سے وہ بڑھ رہی ہوتی ہیں وہ چھپ نہیں سکتی ہیں۔ احساس محرومیت کا جو مسئلہ ہے یہ اگر بڑھتا جائے تو اس کا ایک خطرناک انجام ہو سکتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ خدانخواستہ ایسا کبھی نہ ہو بلوچستان میں لوگ اس مسئلے سے دوچار ہیں وہاں صنعت نہیں ہے۔ وہاں اچھی زرعی زمینیں نہیں ہیں پانی زیادہ نہیں ہے۔ کہ لوگ مصروف رہ سکیں۔ وہاں پر لوگ تعلیم یافتہ ہیں ان کو ملازمتیں نہیں مل رہی ہیں اور کل آپ کے سامنے سب کچھ ڈسکس ہوا ہے جو ڈیٹا میں نے مانگا ہے وہ وزیر صاحب نے فراہم نہیں کیا۔

جناب! میرے سامنے ابھی بھی لڑکے بیٹھے ہیں جو کہ ملازمت کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں اور میں کل چار بجے تک در بدر پھرتا رہا ہوں کوئی صاحب تیار نہیں ہیں کہ ان کو کوئی چھوٹی سی ملازمت ہی دے دیں تاکہ ہم وہاں جا کر کہہ سکیں۔ اور یہی لڑکے بعد میں جا کر جس کو آپ شر پسند کہیں یا جو بھی کہیں ان سے جا کر ہاتھ ملا لیتے ہیں بڑی فرسٹریشن ہو جاتی ہے گزارش جناب یہ ہے کہ خصوصی توجہ دی جائے۔ اس سلسلے میں پنجاب سندھ اور سرحد سے بھی میں درخواست کروں گا کہ میں اس ضمن میں نہیں بول رہا ہوں کہ مجھے بالکل حصہ چاہیئے لیکن اگر ہمارا جائنٹ فیملی سسٹم ہے تو والد کو

چاہیئے کہ تمام ججوں کو جو کچھ کم کماتے ہوں گے کچھ زیادہ کماتے ہوں گے برابر کے معیار پر رکھیں تو ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمارے ہاں حالات کو صحیح رکھنے کے لئے ہمارے لوگوں کو کچھ مواقع دیئے جائیں تاکہ لوگ مصروف رہیں اور گورنمنٹ کے ساتھ آگے چل کر کام کریں۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جناب والا میری جتنی سٹیمنٹ ہے یہ خلوص پر مبنی ہے کہ ایک پاکستانی کی حیثیت سے میں نے آپ سے عرض کیا ہے بلکہ اس میں کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں کسی ذاتی حیثیت میں بول رہا ہوں ایک پاکستانی کی حیثیت سے بول رہا ہوں۔ یہ ہمارے ملک کے لئے بہتر رہے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مہربانی۔ شکریہ۔ جناب پروفیسر خورشید صاحب!

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم! میں تمام روایتی افتتاحی کلمات سے احتراز کرتے ہوئے بلا واسطہ اصل مسئلے کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ گو اس احساس کے ساتھ کہ بلاشبہ وزرائے کرام کو بڑی مصروفیات ہوتی ہیں لیکن بجز وزیر داخلہ کے جو بحث کی نوعیت کی بنا پر ایوان میں بیٹھنے کے لئے مجبور ہیں اس وقت ایوان میں حکومت کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ جناب والا! ایک اسلامی معاشرہ کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پانچ چیزوں کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور یہی شریعت کے مقاصد بھی ہیں ان میں سب سے پہلی چیز ایمان اور اخلاق کا تحفظ ہے دوسری چیز جان کا تحفظ ہے جو جسم اور عقل دونوں سے عبارت ہے تیسری چیز عزت وآبرو اور عفت کی حفاظت کرتا ہے۔ چوتھی چیز مال کی حفاظت ہے اور آخری چیز آزادی اور خدمت سے ریاست معاشرے اور اجتماع کی حفاظت ہے۔ ویسے تو ان میں سے سب کا تعلق امور داخلہ سے ہے لیکن میں اس وقت اپنی مصروفیات کو صرف جان، مال، عزت اور آبرو تک محدود رکھوں گا۔

میرے دوسرے رفقاء نے مختلف حقائق آپ کے سامنے رکھے ہیں جو پریشان کن ہیں مجھے بھی خاص طور پر پچھلے آٹھ سال میں معاشرے کو بالکل قریب سے اور عام سطح پر اتر کر لوگوں سے مل کر دیکھنے کا موقع ملا ہے اور میں پورے دکھ کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ذمہ دار افراد کو اس بات کا احساس نہیں

[Mr. Khurshid Ahmed]

ہے کہ آج عام آدمی کس مشکل اور کس مصیبت میں گھرا ہوا ہے ۔ میں نے بھی وزارت داخلہ کی بہت سی رپورٹیں کیبنٹ میں سنی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو رپورٹ وہاں پر آتی رہی ہیں ۔ وہ ان حالات کی قطعاً کوئی عکاسی نہیں کرتی جن سے آج عام آدمی گزر رہا ہے ۔

زندگی کی سیکیورٹی کا مسئلہ آج صرف دور دراز کے دیہات کا نہیں بڑے بڑے شہروں کا مسئلہ ہے کراچی جیسے شہر میں آج ایک شخص اپنی اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کے احساس سے محروم ہے ہم نے شرعی حدود کا قانون اس اُمید اور اس یقین کے ساتھ نافذ کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہاں پر جان و مال اور آبرو کا تحفظ حاصل ہو گا لیکن ان قوانین کے کتاب قانون پر مرقوم ہو جانے کے باوجود ان کے کوئی اثرات معاشرے کے اُوپر، معاشرے کے افراد کی زندگی کے اوپر مرتب نہیں ہوئے ہیں اور قوم ان کی برکات سے محروم ہے میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کی تائید میں میرے پاس اعداد و شمار ہیں اگر آپ اجازت دیں تو پاکستان بیسک فیکٹس ۱۹۸۳-۸۴ء سے میں صرف اتنی بات آپ کے سامنے رکھوں ۔ کہ ۷۷ء میں جب اس حکومت نے ذمہ داری سنبھالی اور تازہ ترین صورت حال کے بارے میں جو آخری اعداد و شمار دیئے گئے ہیں وہ ۸۳ء کے ہیں ان اعداد و شمار کی رو سے ان ۷ سال میں بچوں کے اغوا میں ۸۵ فیصد اضافہ ہوا ہے ، زنا بالجبر میں ۶۸ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے اشتیم شیم اغوا میں ۳۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے ۔ بلوے ۶۰ فیصدی بڑھ گئے ہیں نقب زنی میں ۵ فیصدی کی کمی ہے راہزنی میں ۷۰ فیصدی کا اضافہ ہے ڈاکہ زنی میں ۶۴ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے ۔ قتل میں ۷ فیصد کا اضافہ ہے ۔ مویشیوں کی چوری کے اعداد و شمار ۶۶ فیصد کی کمی بتاتے ہیں ۔ دیگر چوریاں ۴۲ فیصد ، اور دیگر جرائم ۴۱ فیصد بڑھے ہیں۔ میں نے رات صرف پچھلے دو ماہ اور چوبیس دن کے تین اخبارات یعنی جنگ ، نوائے وقت اور جسارت کے فائلوں پر سرسری نگاہ ڈالی ہے اور ان سے میرے سامنے پولیس اور تھانوں پر حملے اور تصادم کے ۱۳ واقعات جن میں نو عام شہری اور دو پولیس مین ہلاک ہوئے ہیں ۔ ۱۳۰ قتل کے واقعات ، ۸۰ ڈاکے ۳ بنکوں پر ڈاکے اور بچوں اور لڑکیوں کے اغوا کے ۷۱ واقعات بیان کئے گئے ہیں یہ ہے آج وطن عزیز کی یہ کیفیت ہے اس معزز

ایوان کو جاننا چاہیئے کہ آج آپ کا ایک عام شہری کن حالات سے دو چار ہے۔ اور یہ اس معاشرے کا حال ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب اسلام آئے گا تو پھر یہ صورت ہو گی کہ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ایک بڑھیا بھی اگر تن تنہا سفر کرے گی تو اسے کسی بات کا خطرہ نہیں ہو گا۔ کیا اس کی کوئی جھلک ہمارے معاشرہ میں پائی جاتی ہے؟

نارکوٹیکس کے بارے میں بھی بات ہوئی ہے اور عقل اور اخلاق کے تحفظ کے سلسلے میں ان برائیوں کا انسداد بڑا لازمی ہے اسلام نے اس لئے شراب کو منع کیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ دوسری وہ تمام چیزیں جو عقل کو ماؤف کرنے والی ہیں ان کے لیے مسلم معاشرے میں کوئی جواز نہیں ہو سکتا لیکن مجھے بڑے دکھ کے ساتھ یہ حقائق آپ کے سامنے رکھنے پڑتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں نارکوٹیکس کے وہ واقعات جو ہسپتالوں تک پہنچے تھے سو سے کم تھے لیکن ۱۹۸۴ء میں یہ تعداد بڑھ کر تقریباً ڈھائی لاکھ ہو گئی یہ معلومات پاکستان نارکوٹیکس کنٹرول بورڈ کے ایک سروے سے ماخوذ ہیں اور اسی سروے کی رو سے رپورٹڈ کیسز کے علاوہ جو اندازہ پورے ملک کے بارے میں قائم کیا گیا ہے اس کے مطابق اس وقت تقریباً ۱۵ لاکھ افراد پاکستان کی آبادی میں ایسے ہیں جو اس مصیبت کے اندر مبتلا ہیں نیز ہر دس منٹ میں ہیروئن کے استعمال کرنے والوں میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہو رہا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ روزانہ ۱۴۴ افراد اس وباء کے اندر مبتلا ہو رہے ہیں۔

پھر اس سے زیادہ افسوس ناک چیز یہ ہے کہ جو سروے افیون کھانے والوں اور ہیروئن کھانے والوں کے متعلق ہوا ہے، ان سے معلوم ہوا ہے کہ جہاںتک افیون کھانے والوں کا تعلق ہے یہ زیادہ تر متوسط طبقے کے لوگوں کے اندر عام ہے اور کم تنخواہ پانے اور ان پڑھ لوگوں میں اس کا رواج زیادہ ہے اس مقابلے میں ایک لاکھ کیسز ہیروئن کے جو دیکھے گئے ہیں ان میں اکثریت نوجوان امیر اور متوسط گھرانوں نیز تعلیم یافتہ افراد کی ہے پھر اس سے بھی زیادہ افسوس کی بات میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کراچی یونیورسٹی کے طلباء میں منشیات کے استعمال کے بارے میں ۸۴ء میں جو ایک سروے کیا گیا تھا۔ اس کی رو سے یہ وبا ہمارے نوعمر بچوں اور بچیوں تک میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ انٹرویو کے نتیجے کے طور پر جو معلومات دی گئی ہیں۔ اس کے مطابق وہ حیران کن اور ناقابل یقین ہیں۔ جو یونیورسٹی کے ۶۱ء ۱۵ فیصد

Mr. Khurshid Ahmed]

طلباء نے ہیروئن استعمال کی ہے اور ان میں ۶٫۱۱ فیصد لڑکیاں بھی ہیں۔ ایم ای ڈی یونیورسٹی میں ۲۸٫۸۳، ڈاؤ میڈیکل کالج میں ۸٫۵ فیصد، سندھ میڈیکل کالج میں ۶٫۶ یہ اعداد و شمار ہیں جو مختلف سروے سے ہمارے سامنے آ رہے ہیں اگر یہ کسی درجہ میں بھی صحیح ہیں تو ہماری رات کی نیند اور دن کا چین ان چیزوں کی روشنی میں حرام ہو جانا چاہیئے۔

کرپشن کے بارے میں بھی آپ کے سامنے مختلف باتیں آئی ہیں آپ کو معلوم ہو گا کہ سپریم کورٹ کے ایک بنچ نے پچھلے سال غالباً پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنے فیصلے میں یہ بات کہی ہے کہ نہ صرف یہ کہ کرپشن کو رپورٹ نہیں کیا جاتا اور اگر رپورٹ کیا بھی جاتا ہے تو عدالتیں بھی اس کے اوپر بڑی معمولی سزائیں دے رہی ہیں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ کرپشن کے ساتھ ایک طرح کی جنگ بندی سی کر لی گئی ہے ہم نے اسے زندگی کا ایک حصہ تسلیم کر لیا ہے اور خود صدر مملکت کو یہ کہنا پڑا ہے کہ جس چیز کے لئے پہلے ۵۰ روپے دینے پڑتے تھے اب ۵۰۰ روپے دینے پڑتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بڑے سنجیدہ غور و فکر کا تقاضا کرتی ہے اور جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے اس کے چند بڑے موٹے موٹے اسباب ہیں جن کے سدباب کے لیے ہمیں فکر کرنی چاہیئے سب سے پہلی چیز نظریاتی اور اخلاقی ہے میں ان لوگوں سے اتفاق نہیں کرتا جو کہ سمجھتے ہیں کہ ان تمام مسائل کا محض ٹیکنیکل یا ایڈمنسٹریٹو حل ہے ہمیں دراصل قوم کے ایمان کو بیدار کرنا ہو گا ہمیں اس کے اخلاق کو اہمیت دینی ہو گی وہ چیزیں جو اخلاق بگاڑتی ہیں، جو چیزیں غلط راستے پر لے جانے والی ہیں ان کو روکنا ہو گا اس برائی کا مقابلہ صحیح اخلاق پیدا کر کے ہی ممکن ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی، آخرت کے خوف کے بغیر، اللہ کے ڈر کے بغیر، لوگوں کے ایمان کو بیدار کئے بغیر اس لعنت کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے مادی اسباب بھی ہیں اور ان مادی اسباب میں بڑی اہم چیز ہمارا مصنوعی لائف سٹائل ہے وہ مصنوعی طرز زندگی ہے جو ہم نے اپنا لیا ہے اور پچھلے تیس سالوں میں نیچے سے اوپر تک معاشی ترقی کی اہمیت سے واقف ہوں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ

اور بینک معاشی ترقی کے نام پر ہم نے جو کچھ کیا وہ اس بگاڑ کو پروان چڑھانے والا ہے میں خود معاشیات کا طالب علم ہوں اور معاشی ترقی کی اہمیت سے واقف ہوں لیکن خدا گواہ ہے۔ کہ معاشی ترقی کے نام پر ہم نے مادہ پرستی اور ایک غلط اور مسرفانہ لائف سٹائل اپنانے اور اپنے وسائل سے بڑھ کر زندگی گزارنے کی کوشش کی ہے اور یہ ہر سطح کے اُوپر ہے اس میں سرکاری افسر آگے آگے ہیں لیکن منفرد نہیں لیکن بلاشبہ ارباب اقتدار بھی اور سرکاری افسر بھی ایک بری مثال قائم کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں پرسنل نہیں ہونا چاہتا لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ہماری وزارتوں میں ایسا بھی ہوا ہے ایک وزیر نے اسی دفتر میں ۷-۸ سال تک کام کیا ہے اور اسے کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک دوسرا وزیر قدم رکھتے ہی یہ کوشش کرتا ہے کہ کمرہ کی آرائش و زیبائش امریکن ملٹی نیشنل کارپوریشن کے چیئرمین کے افسر کی طرز پر کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملہ ذہنیت اور اپروچ (approach) کا ہے اور ہمیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اور اپنے لائف سٹائل کو جب تک ہم دوبارہ اسلامی حدود کا پابند بنانے کی کوشش نہیں کریں گے ہم کرپشن کو ظلم کو، ہم اس عدم تفاوت کو اس ملک سے دور نہیں کر سکتے۔ پھر تیری چیز یہ ضروری ہے کہ آپ فی الحقیقت اس ملک کے ہر شہری کو اتنی تنخواہ دیں کہ وہ عزت کے ساتھ اپنی ضروریات کو پورا کر سکے۔ ایک پولیس مین کو میرے بزرگ نے کہا تھا ۱۵۰۰ روپے لیکن فی الحقیقت جو نچلے درجے کا کانسٹیبل ہے اس کی تنخواہ صرف ۶۵۰ روپے ماہوار ہے اور الاونسز ملا کر ۸۵۰ روپے تک پہنچتی ہے ایک طرف آپ اس کو صرف ۸۵۰ روپے دیتے ہیں اور دوسری طرف آپ اسے یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ جس بڑے سے بڑے افسر یا شہری کو چاہے روک لے اور جس طرح چاہے اس سے اپنا حق وصول کرے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس شہر میں وفاقی سیکریٹریوں کو بھی پولیس کو رشوت دینی پڑی ہے محض اپنی کار کو چالان سے بچانے کے لیے۔ چوتھی چیز یہ کہ حکومت کرپشن کو ختم کرنے کے بارے میں فی الحقیقت سنجیدہ نہیں ہے ہم اس کے بارے

[Mr. Khurshid Ahmed]

میں وعظ تو بہت کرتے ہیں شکایات بھی کر لیتے ہیں لیکن کام کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ مثال کے طور پر آپ پولیس مینوئل اٹھا کر دیکھیں جو انگریز کے زمانے میں بنایا گیا تھا اس میں دس فنکشن جو پولیس کے بتائے گئے ہیں ان میں سے ۸ کا تعلق یا سیاسی یا مذہبی یا دوسرے عناصر پر نگاہ رکھنے سے ہے اور لاء اینڈ آرڈر جو ان کی اصل ذمہ داری ہے وہ صرف ان کے دو فنکشن میں آتا ہے۔ ہم نے آج تک اس کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی ہم نے پولیس کو یہ تصور نہیں دیا کہ وہ قوم کی خادم ہے وہ محض حکومت کی آلہ کار نہیں ہے اور افراد اور جماعتوں کی جاسوسی اس کا کام نہیں ہے مجھے معلوم ہے کہ مغربی معاشرے میں جس پر ہم بہت زیادہ تنقید بھی کرتے ہیں لیکن وہاں وہ مقامات بھی ہیں جہاں لوگ پولیس سے محبت کرتے ہیں ان کی عزت کرتے ہیں ایسے واقعات موجود ہیں کہ ایک پولیس مین کو اگر تکلیف پہنچی ہے تو اس کے خاندان کی مدد کرنے کے لئے لوگوں نے رضاکارانہ طور پر ہزاروں پونڈ دیئے ہیں لیکن ہمارے ملک میں عالم یہ ہے کہ جس سے لوگ سب سے زیادہ خائف ہیں وہ پٹواری ہے یا پولیس مین !

جناب والا ! آپ کو اس معاشرے کو بدلنا ہو گا میں آپ کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاھتا ہوں کہ غالباً ۱۹۸۰ء میں ایک انٹی کرپشن کمیشن بنا تھا غالباً جسٹس سجاد الرحمٰن اس کے چیئرمین تھے اور ۶۵۱ صفحے کی رپورٹ انہوں نے پیش کی تھی لیکن اس پانچ سال میں اس رپورٹ پر کیا عمل ہوا ؟ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس رپورٹ اور اس نوعیت کی دوسری رپورٹوں کو پبلک پراپرٹی بنایا جائے ان کو شائع کیا جائے یہ دستاویزات محض خفیہ نہیں ہیں کہ ان کو تجوریوں میں دفن کیا جائے۔ ان کو شائع کر دیا جائے تا کہ ان پر ڈیبیٹ ہو اور ان پر عمل کیا جائے۔

میں دوسری تجویز یہ پیش کرنا چاھتا ہوں کہ کرپشن کو روکنے کے لئے جو چیز بے حد ضروری ہے وہ انتظامیہ پر پارلیمنٹ کا کنٹرول

ہے جب تک آپ ایک اوپن سسٹم آف گورنمنٹ نہیں لائیں گے خرابیوں کو روکنا مشکل ہے آخر عدلیہ کے لئے کیوں ضروری ہے کہ وہاں پر دونوں پارٹیوں کو سُنا جائے، ہر چیز ریکارڈ پر آئے اور وہ ریکارڈ ایک پبلک ریکارڈ ہو لیکن ہمارے ہاں سارا ایڈمنسٹریشن اس بنیاد پر چلتا ہے کہ فائل پر جو لکھ دیا جائے وہ گویا کہ ایک آفیشل سیکریٹ ہے اس میں جو دھاندلی بھی ہو جس کسی کو سپرلیس کیا جائے، کس نے کیا رائے ظاہر کی ہے آپ کچھ نہیں جان سکتے آپ کو معلوم ہے کہ آج جمہوری ممالک میں ایک شخص کا یہ حق ہے کہ وہ یہ جانے کہ اس کے فائل پر سرکاری دفاتر میں کیا بات نوٹ کی گئی ہے کس نے کیا رائے دی ہے وہ ایک معمولی فیس دے کر کاپی حاصل کر سکتا ہے۔ اس ایک چیز نے وہاں پر کرپشن کو کم کرنے میں غیر معمولی حصّہ ادا کیا ہے اس طرح آپ ایک اوپن سسٹم آف گورنمنٹ کی طرف جاتے ہیں آپ کوشش کیجیے کہ ریکارڈ لوگوں کے سامنے آئے۔ اسی طریقے سے پارلیمنٹ کی کمیٹیاں.... امریکہ میں خاص طور پر کانگریس کی کمیٹیوں نے کرپشن کو روکنے کے لئے، ایڈمنسٹریشن سے سوالات کرنے کے لئے اور ان کو ایکس پوز کرنے کے لئے، انہیں اپنی پوزیشن کی وضاحت کرنے کے لئے، انہیں متبادل حقائق سے آگاہ کرنے کے لئے غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں ہمیں بھی یہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ٹریفک کے بارے میں بڑی ہولناک صورتِ حال ہے میں نے جو معلومات جمع کی ہیں اس میں صرف میو ہسپتال میں ایک سال میں جو اموات کے کیس آئے ہیں ان میں ۳۷۱ ٹریفک کے حادثات کے کیس ہیں یہ میں صرف ایک شہر کی بات کر رہا ہوں اور بڑے دُکھ سے میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ میں نے ۱۱ سال تک انگلستان میں زندگی گزاری ہے اور جس شہر میں رہتا تھا اس شہر میں ان ۱۱ سال کے اندر ایک واقعہ بھی ٹریفک سے موت کا نہیں ہوا۔ آخر کیا وجہ ہے۔ ہم ٹریفک کے رولز کی نہ تو خود پابندی کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی تعلیم کا کوئی بندوبست کرتے ہیں۔ آپ کا ریڈیو، آپ کا ٹیلی ویژن، آپ کے اخبارات

[Mr. Khurshid Ahmed]

آپ کے سکول، آپ کے کالج اور آپ کے دفاتر میں کوئی اہتمام نہیں کہ ٹریفک کے قوانین لوگوں کو بتائے جائیں۔ جو ان کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی یہ زبان زد خاص و عام ہے کہ ٹریفک پر پولیس کا ۸۰ فیصدی ڈائریکٹ یا ان ڈائریکٹ قبضہ ہے آج ہماری بسیں آدم خور (man-eaters) بن گئی ہیں ہم میں ان آدم خوروں کو روکنے والا اور قابو کر دینے والا کوئی نہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ کیا نہیں جا سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ غالباً ایوب خان صاحب کے زمانے میں یہ تجویز آئی تھی کہ ٹریفک کی خلاف ورزیوں پر چالان کرنے کا اختیار صرف پولیس کو ہی حاصل نہ رہے بلکہ ان کے چالان کا اختیار تمام فرسٹ کلاس گزیٹیڈ افسران کو دے دیا جائے تاکہ جو جہاں خلاف ورزی دیکھے فوراً چالان کر سکیں۔ اگر ایک مؤثر نظام ہم اس سلسلے میں قائم کریں تو حالات کو بدلا جا سکتا ہے ایک طرف تعلیم ہو اور دوسری طرف قانون کو سختی سے نافذ کیا جائے اور پھر قانون کی زد سے بچنے کے لئے جو سفارش کا راستہ اختیار کرے اسے سخت ترین سزا دی جائے مجھے علم ہے کہ اگر ایک شخص حقیقی مجرم بھی ہوتا ہے تب بھی میرے جیسے لوگ بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اس کی سفارش کے لئے ہمیں اپنے آپ کو ڈسپلن کا پابند کرنا پڑے گا۔ ان تمام پہلوؤں کو اگر آپ سامنے رکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کرپشن کی آفت کا مقابلہ کر سکتے ہیں میں ان گزارشات کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ اگر حکومت ان معاملات میں حقیقت میں سنجیدہ ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ محض وعظ پلانے تک محدود نہ رہے بلکہ وہ انسٹیٹیوشنل تبدیلیاں کرے جس کے نتیجے کے طور پر ان مسائل کا مستقل حل تلاش کیا جا سکے اور میری نگاہ میں اس بارے میں حکومت ہی نہیں بلکہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو بھی مسلسل اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

Mr. Hasan A. Shaikh : Mr. Chairman I would like to speak in English if I am permitted.

Mr. Chairman : Please go ahead.

Mr. Hasan A. Shaikh : This is a very delicate question, the question of Law and Order. Eversince the civilization started, the first duty of the State has been the maintenance of Law and Order, safety of the people living in the state and contribution towards their peaceful existence. I know that the law and order is a Provincial subject but I also know that the Central Govt. has an effective mode of implementing its policies in respect of law and order. I am not really going to blame the Minister for Interior of the present day for all that is happening for the last 8 years. He has only inherited it and during his days, he might have tried to make some improvement. When I speak of the present law and order situation, I speak of the lawlessness or the situation existing as the legacy of the last eight years. Undoubtedly my friend, Mr. Khurshid gave you some figures, and it is not necessary for me to give figures.

I am living in this country, you are also, Sir, living in this country, I am mixing with the people around, you are also mixing with the people around and you know that today, the life is unsafe anywhere including the city of Karachi. Life has become unsafe because a Police man or an SHO or a Police Officer is not concerned with your safety. He may be concerned with your safety because you are the Chairman or in the absence of the President an acting President of Pakistan, but he is not concerned with my safety, with the safety of Professor Khurshid or safety of the Members of this House. He is only concerned with the conditions in which he continues to remain a police officer. In Karachi, Sir, the Police Stations are sold on auction basis. It is known to everybody. It is known to the Inspector General of Police. It is known to the Central Government and I take it that it is known to Minister for Interior. Why is it possible? Because you close your eyes. You do not bother about the safety of the citizens when you look at the Law and Order situation, you only look from the point of view when the President comes, then all the traffic police are diverted to the Shahrah-e-Faisal, so that there should be no inconvenience and no discomfort to the President. Is that the only thing? Is he the only person to be safe?

[Mr. Hasan A. Shaikh]

Unfortunately, in Karachi, there was an incident where a lady student Bushra Zaidi was killed by an overtaking bus. I do not want to go into it more than this that such accidents are taking place almost every day or atleast every week. But that was magnified out of all proportions I suspect, Sir, whether you like it or not, let me make a statement, that those who want the Martial Law to continue in this country they have magnified it. The Martial Law authorities wanted to take it over. It was not accepted by the Civilian Government. And I thank the Chief Minister of Sind who took prompt action and stopped everybody from taking any other action and continued with the Civilian Government's handling of the situation. The Chief Justice of Sind High Court was asked to inquire into it. He started an enquiry. I am not aware of the recommendations made by the Chief Justice.

I know that there are today, not one but several avenues for controlling Law and Order. There is the police, there are the Martial Law authorities and if a graph is made of the increase of offences relating to heroin in this country, it has increased with the Martial Law. If the Martial Law is increasing or staying longer, the graph will be increased. Anybody who says otherwise, is not telling the truth. Was there any heroin case before Martial Law came into existence? Was heroin manufactured in Pakistan before Martial Law came into existance? Where was this present high magnitude of export of heroin possible before Martial Law came into existence? Not me, Sir, the Khalij Times of U.A.E. owned by a former Minister for Interior, has blamed senior serving army officers to be involved into a big heroin haul that was caught in U.A.E. What action has been taken? And it is not unknown to anybody that most of the activities of heroin are from NWFP area. I do not know who presides over there. Somebody must be presiding and somebody must be very powerful man, more powerful than our Interior Minister. Then it is possible that he could do it.

I say that heroin is eating into the very existence of our Pakistanis, heroin is eating into very existence of the citizens of this country. I know that the Minister for Interior probably may not be strong enough to take any action. I know that the Minister for Interior is a strong man but stronger man is controlling it. Inspite of high people

involved in this export of heroin, no action has been taken. You know, in Karachi, five smugglers i.e. top Smugglers, were arrested. First they were not arrested. Newspapers suggested that they should be arrested, that such action should be taken. When they were arrested, all of them were sent to air-conditioned rooms of the Jinnah Hospitals, converted into temporary jail. Even when these details were published no action was taken. This is called the Islamic State, Islamic Republic of Pakistan. They say, we give more improtance to Islam, then we do anything else. Did you read in the newspapers that five smugglers are being looked after in air-conditioned rooms of the hospital and you see Sir, one of them was given wrong sentence. That was said to be mistaken. Wrong advice was said to have been given.

Let me say that when I say "Minister", I do not mean the Interior Minister himself, I mean the Ministry, I mean the subordinates, I mean his secretariat, they are responsible for heroin spreading in Pakistan. If they want to control, no one can stop them but they will have to suffer being thrown out of their seats, if they do that. By doing so, they will serve the people of this country, the citizens of this country. What do we want is the law and order in the proper sense of the term. What is wanted is to stop the auction of the police stations and if he stops the auctioning which he can do, the Minister for Interior alongwith the Home Minister of the Province should, then, sit and make a list of the people who are posted at different police stations, remove them and put some other substitutes. But then you have to agree to go into that position and take a strong action. It is only when you take a strong action. If you go, Sir, I am not saying about you Sir, but I am saying about a friend of mine who along with his wife went to Clifton to an isolated place, a young married couple, thinking of stealing a few minutes of isolated existence, took their car and went to Clifton. They were arrested, for indecent behaviour and big money was taken from them and they were released. Sometimes it happens that a brother and his sister go for sea-breeze, they are also taken to the police station and they are said you will be charged of misbehaviour although they were sitting together as brother and sister.

Sir, these cases are reported in the newspapers. Not one, Sir, there are hundreds of such cases. I say, Sir, if you think that these are

[Mr. Hasan A. Shaikh]
not the instances which should be brought to the notice of the Minister for Interior. I do not want to go further but I must say whatever he does, he must do boldly, or quite the ministry.

Mr. Chairman : Thank you very much.

قاضی عبداللطیف : پولیس کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے ۔ بدامنی اور منشیات کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن تشخیص کے متعلق اختلاف رائے ہو سکتا ہے میں تو یہی کہونگا کہ :

ع درماندۂ صلاح و فلاح الاحضر

نزی رسم ہا کہ مردم ہا کہ نہادہ

آج تک اسمبلیوں کے اندر امورِ داخلہ پر ہمیشہ بحث کا رواج رہا ۔ آج ہمیں بھی اس رسم کو ادا کرنے کا موقع دیا گیا ہے ۔ کہ ہم بھی اس رسم کو ادا کرتے ہوئے امورِ داخلہ پر اپنی آراء کا اظہار کریں ۔ امن و امان کا مسئلہ ہمارے ملک میں ، میں کہہ سکتا ہوں کہ کوئی قابل رشک صورت نہیں ہے جو اعداد و شمار ہمارے پروفیسر صاحب نے پیش کئے ہیں اس کو توجہ سے دیکھنا چاہیئے اور اس پر غور کرنا چاہیئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے ۔

کراچی وغیرہ کے واقعات کے متعلق ہمارے ایک دوست نے توجہ دلائی ہے ۔ میں گزارش کروں گا کہ انفرادی طور پر قتل ، ڈکیتی اغواء وغیرہ کے واقعات ہوئے ہیں لیکن وزیر داخلہ کی توجہ ایک خصوصی مسئلے کی طرف دلاؤنگا کہ اس کی حیثیت بارودی سرنگوں کی ہے کراچی کے واقعات کے متعلق ہمارے ایک فاضل رکن نے کہا ہے کہ ان کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے ہو سکتا ہے ان کے اندر کچھ مبالغہ ہو لیکن یہ معاملہ میرے خیال میں اتنا خفیف نہیں ہے اتنا آسان نہیں ہے کہ اسے سرسری طور پر نظر انداز کیا جائے ۔ اس کے اندر جو فلسفہ چل رہا ہے ٹریفک کے واقعات ہمیشہ ہوا کرتے ہیں ۔ وہاں بھی ٹریفک کا واقعہ ہوا اس کا جو انجام ہوا اور جن لوگوں کو اس کا خصوصی

نشانہ بنایا گیا اُس کا تجزیہ ہونا چاہیئے کہ یہ کس نوعیت کا معاملہ ہے اس لئے کہ ملک کے دوسرے حصّوں کے اندر اس قسم کے واقعات نہیں ہوئے۔ ان واقعات کو اگر صحیح طور پر دیکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ تربیت یافتہ تخریب کاروں نے ایک منصوبے اور سازش کے تحت اس واقعہ کو بروئےعمل لایا ہے۔ اور جن لوگوں کو اس کا نشانہ بننا پڑا ہے اس پر بھی توجہ کرنی چاہیئے کہ یہ کہاں کے لوگ تھے زیادہ تر لوگ سرحد اور بلوچستان کے تھے تو بلوچستان اور سرحد کو اس کے لئے متعین کرنا اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ٹیکنیکی تخریب کار ہیں اور جنہوں نے یہ بارودی سرنگیں ملک کے اندر بچھا دی ہیں اس کو صرف یہ کہہ کر ٹال دینا کہ انتظامیہ پولیس کی غلطی ہوئی ہے کہ فلاں پولیس والا اس کا ذمہ دار ہے فلاں تھانیدار اس کا ذمہ دار ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک آتش فشاں سے چشم پوشی کرنی ہے اور تنکوں سے اُسے چھپانا ہے۔

میرے خیال میں وزیر داخلہ صاحب اس سے واقف ہونگے یہ بہت شہرت کی بات ہے کہ اس وقت بھی کراچی کی طرف بہت بڑا اسلحہ سمگل کیا جا رہا ہے اور ایک خاص پارٹی کے اہتمام سے وہ وہاں پر تقسیم کیا جا رہا ہے اور بہت تھوڑے داموں پہ وہ بک رہا ہے معلوم نہیں کہ ان کی معلومات اس سلسلے میں کیا ہیں اسی طریقے سے آپ کی ایک جماعت آپ کے بہت سے لوگوں کو یہاں سے ناجائز طریقہ سے سمگلنگ کے طریقے سے تعلیم کے نام پر ایک سپر طاقت کے گھر کے اندر پہنچا چکی ہے اس کا مقصد اور منصوبہ کیا ہے؟ میں تو عرض کروں گا ان سارے خطرات کی طرف توجہ دینی ہو گی اور ان سب کو بدلنا ہو گا اگر آپ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک آتش فشاں کے دہانے پہ کھڑے ہیں۔

علامہ اقبال رحؒ نے کہا تھا

؎ تا تہہ و بالا نگردد ایں نظام

دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

نقشِ نو در جہاں باید نہاد

[Qazi Abdul Latif]

آپ کو ایک نیا نقش رکھنا ہو گا اس کے لئے میں عرض کروں گا کہ ہمارے ملک میں جتنے بھی جرائم ہو رہے ہیں اس کے لئے ہمیں نظام کو تبدیل کرنا پڑے گا ہمارا قانون اور طریقۂ کار غلط ہے۔

خدانخواستہ کل ہمیں ایسا پھر نہ کہنا پڑے کہ جس طریقے سے آج ہم نے اعلان کیا اور بڑی ندامت سے کیا کہ ہم نظام حکومت اسلام کے مطابق چلانے میں ناکام ہوئے ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جس سے ہمارے سر ندامت سے جھک جاتے ہیں اس کے لئے وجہ جو بھی بتائی گئی ہو، یہ اس کے اندر کہہ دیا گیا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا ہمارے سامنے مثال نہیں تھی۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ آپ کے سامنے سعودی عرب میں عدلیہ کا نظام قائم ہے وہاں پر آپ اس کو دیکھ سکتے ہیں کہ کتنے جرائم ہوتے ہیں۔ وہاں جرائم صفر کے برابر ہیں۔ آپ کے سامنے وہ چیز موجود ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہاں دیدہ دانستہ نظام اسلام کو ٹالا جا رہا ہے اور جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جو قاضی کورٹس کا مسودہ تیار کیا گیا تھا جس پر لاکھوں روپے خرچ کیئے گئے تھے اس کو ٹال دیا گیا ہے اور پھر اسے اکھاڑہ بنایا جائے گا اس پر پھر لاکھوں روپے خرچ کر کے ہو سکتا ہے کہ پھر اس کا حشر کیا ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا حشر بھی نہیں ہو گا۔ اسی طریقے سے قصاص و دیت کا مسئلہ شہادت کا مسئلہ، یہ سارے نظام کو تبدیل ہی کرنا پڑے گا اگر آپ اس نظام کو تبدیل نہیں کر سکتے تو آپ یقین کیجئے کہ اس ملک کے مسائل پر آپ قابو نہیں پا سکتے اور جو خطرات آپ کے سر پر منڈلا رہے ہیں وہ آپ کو گھنٹی دے رہے ہیں کہ ہم آ رہے ہیں لیکن ہم اس سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ میں وہ سابقہ مسائل نہیں دہراؤں گا لیکن اس کی طرف وزیر داخلہ کی توجہ دلاؤں گا کہ یہ جو بارودی سرنگیں آپ کے ملک میں بچھا دی گئی

ہیں اس کے نکالنے کے لئے اور اس کے ازالے کے لئے آپ کیا تجویز کر رہے ہیں۔ اور اس کو نکالنے اور محفوظ کرانے کے لئے، ملک کو بچانے کے لیے آپ کے پاس کون سا منصوبہ ہے۔

وَ آخر دعوانا ان الحمدُللہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: جناب محسن صدیقی صاحب۔

جناب محمد محسن صدیقی: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا۔ کل اور آج کی تقاریر سننے کے بعد میں نے اپنے موضوع کو بہت مختصر کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ تمام مسائل جن پر گفتگو ہو چکی ہے میں انہیں دہرانا نہیں چاہتا۔ مگر اس میں کچھ پہلو ایسے ضرور ہیں جن میں تشنگی ہے اور اس طرف میں آپ کی توجہ ضرور دلاؤنگا

منشیات کے مسئلے میں خصوصًا کراچی کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ ہمارے ہاں جو قوانین اور ایجنسیاں اس کی روک تھام کے لئے بنی ہیں وہ اس قدر ناقابلِ عمل ہیں اور اس قدر ناکارہ ہو چکی ہیں کہ جس کی ایک مثال آپ کے سامنے میں یوں پیش کرتا ہوں۔

جہاں تک ہو سکا پاکستان کے باہر سے میں نے جو اعداد و شمار اکٹھے کئے ہیں۔ ان کی مطابقت سے آج سعودی عرب میں تقریبًا ۱۲۹ پاکستانی افراد، ابوظہبی میں ۲۱۲ کویت میں ۲۲، بحرین میں ۳۱، مغربی جرمنی میں ۲۸ لندن میں ۱۱۴، امریکہ میں ۴۹، منشیات کے کاروبار میں پکڑے گئے ہیں۔ یا تو ان پر مقدمات چل رہے ہیں۔ یا ان کو سزائیں دی گئی ہیں۔ اس کے مقابلے میں آپ کی وساطت سے میں وزیر داخلہ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں آپ نے کتنے منشیات میں پکڑے ہیں ملک کے اندر اور کتنوں کو سزائیں دی گئیں ہیں۔ میری معلومات کے مطابق ۱ فیصد بھی ایسے آدمی نہیں ہیں جو اس میں گرفتار کئے گئے ہوں اور ایک فیصد بھی ایسے آدمی نہیں ہیں جو سزا یافتہ ہوئے ہوں اور سزا بھی جب ہوتی ہے۔ اتنی معمولی اور کم ہوتی ہے۔ جو نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ کراچی جیسی جگہ میں باڑے قائم ہیں۔ سمگلنگ کا سامان عام ملتا ہے۔ عورتیں جو وہاں جاتی ہیں۔ ان کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اسی کے برابر منشیات کا اڈا ہے وہ نام میں نہیں لینا چاہتا وہ ایسے نام ہیں جو پانچ چھ نام س سے شروع ہوتے ہیں اور اخباروں میں آ چکے ہیں ہر ایک آدمی کی زبان زد ہیں۔ ان کے

[Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui]

اڈے مشہور ہیں۔ ان کے اوپر ایک طرح کی چوکیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور وہاں سے باقاعدہ منشیات تقسیم ہوتی ہیں۔

پروفیسر صاحب نے منشیات استعمال کرنے والے طلباء کی تعداد کے بارے میں بتایا کہ باون فیصد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی ہی کم تعداد ہے۔ کالجوں میں نوجوانوں میں طلباء اور طالبات میں اس سے کہیں زیادہ یہ لعنت پھیل چکی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کوشش نہیں کرتے کہ ان علاقوں میں اس کی تلاش کریں جن علاقوں میں اس کو بنایا جا رہا ہے۔ وہاں تو کھلے عام ہے۔ اس کی طرف کیوں نہیں توجہ کی جاتی۔ میرے محترم دوست جو ابھی چلے گئے ہیں۔ وہ ابھی کراچی کے حالیہ واقعات کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ ٹریفک کے حادثات بھی نوے فیصدی اسی منشیات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ منی بس کے ڈرائیور نہ صرف ہیروئن اور چرس بلکہ ایک اور چیز جو میں نے پہلے کبھی سنی نہیں تھی ابھی سنی ہے۔ ایک چیز جسے راکٹ کہتے ہیں۔ وہ جناب یہ اکٹ کھائے ہوئے اور فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے لوگوں اور طالبات کو کچلتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ ان کی اطلاع کے لئے میں بتانا چاہتا ہوں۔ ناظم آباد میں ہوا۔ جہاں وہ گرلز کالج ہے۔ اورنگی ٹاؤن وہاں سے تقریباً دس کلومیٹر ہے۔ اور بنارس کالونی، غزوہ کالونی علی گڑھ کالونی جہاں ہمارے پٹھان بھائی رہتے ہیں۔ وہ بھی تقریباً وہاں سے آٹھ نو میل ہے۔ آٹھ نو کلومیٹر ہے واقعہ کہاں ہوتا ہے اور جھگڑا کہاں ہوتا ہے۔ اصل میں وہ ٹرانسپورٹرز جن کی وہ منی بسیں اور جن کے ڈرائیور اس قسم کی موذی عادتوں کے شکار ہیں وہ وہاں رہتے ہیں اور یہ ایک واقعہ نہیں انہوں نے اپنے کو پروٹیکٹ کرنے کے لئے اپنے کو بچانے کیلئے، وہاں کئی واقعات کئے ہیں۔

میرے نزدیک ہر پاکستانی کی زندگی اتنی ہی مقدس ہے۔ جتنی کسی دوسرے پاکستانی کی ہے۔ اور میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے کوئی تفریق نہیں کرتا کہ کون کس صوبے کا رہنے والا ہے۔ اس کی جان اس کی عزت اس کی ناموس ہمارے لئے اتنی ہی عزیز ہے۔ مگر یہ مسئلے ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ جن کا حل آسانی سے تلاش نہیں ہو سکتا۔ اور کراچی خود ایک منی پاکستان ہے۔ کراچی نے ہمیشہ اپنی آغوش کھلی رکھی ہے۔ جس علاقے کے لوگ آئے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمگلرز منشیات فروشوں پر جتنی بھی سختی کی جائے۔ اسے ہر باشعور آدمی پسند کرے گا۔

سب سے بڑا مسئلہ جو کراچی میں ہے وہ منشیات کا ہے۔ اور اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو اس کے علاوہ ایک اور بڑا اہم مسئلہ ہے جو آپ کی توجہ اور آپ کی وساطت سے جناب وزیر داخلہ کی

توجہ کا محتاج ہے۔ آج کل افغان مہاجرین اور کچھ بنگلہ دیش کے باشندے لاکھوں کی تعداد میں کراچی سے بالکل جعلی شناختی کارڈ بنوا رہے ہیں اور وہ ان شناختی کارڈ کی بنیاد پر اپنے پاسپورٹ بنوا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ مسئلہ اپنی سنگینی کے ساتھ جناب وزیر داخلہ کے نوٹس میں ہوگا۔ میں گذارش کروں گا کہ اس سے پہلے کہ یہ مسئلہ بہت آگے بڑھ جائے

جلد سے جلد ایسے اقدامات کئے جائیں کہ یہ فوراً بند ہو جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس چیز پر جلد سے جلد انکوائری بٹھا دی جائے۔

اس کے علاوہ جناب! مجھے جہاں موقع رہا ہے میں نے جیلوں کے حالات دیکھے ہیں۔ میرے نزدیک ہماری جیلیں ایسی جیلیں ہیں جو کسی مہذب ملک میں نہیں ہوتیں۔ بہت سی جیلیں جیسے کراچی کی سنٹرل جیل ہے۔ شہر کے اندر آچکی ہیں اور شہر کے اندر ہی ان میں جو لوگ جن کے پاس سرمایہ ہے وہ جیلوں میں اس طرح رہتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے گھر میں بھی نہیں رہتے۔ اور عام قیدی بُری حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک ان جیلوں کو سب سے پہلے شہر سے باہر لے جانا چاہیئے۔ پنڈی میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ جیل شہر کے اندر آچکی ہے۔ شہر کے اندر جتنی جیلیں ہوں گی اتنی کرپشن بڑھے گی۔ اتنی ہی اس کی حالت خراب ہوگی۔ انہیں دور رکھا جائے اور وہاں پر ایسی سہولتیں مہیا کی جائیں جن سے قیدی عادی مجرم نہ بنیں بلکہ ان کیلئے ایسے مواقع، ایسے ذرائع، ایسی تعلیم، ایسے ہنر، ایسے کام فراہم کئے جائیں جس سے وہ آئندہ اپنی زندگی خوشگوار اور اچھی گزار سکیں۔

پولیس کے متعلق بھی بہت سی چیزیں کہی گئی ہیں میں بغیر اعادہ کئے ہوئے دو گزارشات اس سلسلے میں کروں گا ایک تو ہماری پولیس کا نچلے درجے کا ملازم جو ہے جسے پولیس کانسٹیبل کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں اس کے لئے کچھ تعلیمی معیار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو اچھے آدمی اس وقت تک نہیں ملیں گے۔ جب تک تعلیمی معیار نہ رکھیں گے اور جیسا کہ میرے محترم دوست نے کہا ہے ان کی اچھی تنخواہیں نہ ہوں۔ ہماری پولیس اور خصوصاً نچلے طبقے کی پولیس تو بالکل جاہل ہے اور انہیں نہ صرف قوانین سے واقفیت نہیں بلکہ وہ اپنی وردیوں کے ذریعے سے سوائے لوگوں کو پریشان کرنے اور پریشان کر کے پیسے بٹورنے کے کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کا معیار بڑھائیے۔

جناب چیئرمین! آپ دوسرے ملکوں میں گئے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہاں جیسے

[Mr. Mohammad Mohsin Siddiqui]

ہم کانسٹیبل کہتے ہیں، ٹریفک پولیس کے کانسٹیبل بھی آپ نے دیکھے ہوں گے۔ بڑے ایجوکیٹڈ ہوتے ہیں۔ آفیسرز کہلاتے ہیں well behaved ہیں اور کرپشن کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کا معیار بہتر ہو تو ہم کم سے کم تعلیم اس کے لئے میٹرک رکھ دیں۔ اور کم سے کم اس کو الاؤنسز کے ساتھ پندرہ سو ملیں تب تو آپ یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کے معاشرے کی تخلیقی پہلوؤں کو نظر میں رکھ کر عملی قدم اٹھائے گا۔

جناب چیئرمین: اب ختم کرنے کی کوشش کریں۔

جناب محمد محسن صدیقی: آخری مسئلہ جس پر آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہے۔ مردم شماری۔ اب وقت آگیا ہے کہ مردم شماری صحیح طریقے سے کرائی جائے۔ کیونکہ اب تک جو مردم شماریاں ہوئی ہیں۔ اور خصوصاً آخری مردم شماری، اس میں اعداد وشمار نہ صرف یہ کہ غلط ہیں۔ بلکہ بہت سی جگہیں رہ گئی ہیں۔ کراچی کی آبادی جس طرح بڑھ رہی ہے۔ اس کو نظر میں رکھتے ہوئے مجھے امید ہے کہ کراچی کی صحیح آبادی کے تناسب سے اس کے حقوق دیئے جائیں گے۔

جناب چیئرمین: پیشتر اس کے کہ میں کسی اور صاحب کو بولنے کی دعوت دوں۔ ہمیں وقت کا تعین کرنا چاہیئے۔ ابھی تک میری لسٹ پر کوئی ۱۸، ۱۹ سپیکرز اور ہیں۔ اور اگر اس اجلاس کو ہم ۲ بجے تک بھی جاری رکھیں تو میرے خیال میں اس اثناء میں وہ سب پورے نہیں ہو سکتے یا تو یہ کرنا پڑے گا کہ شام کو دوبارہ سیشن کرنا پڑے گا۔ اور یا یہ ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات رضاکارانہ طور پر، اگر انہوں نے وہی چیز دھرانی ہے۔ جو کہ پہلے کہی گئی ہے۔ withdraw کر لیں کہ انہیں زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں تو یہ ان کی صوابدید پر ہے۔ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ وزیر اعظم صاحب نے کیفے ٹیریا میں سینیٹرز کا ایک اجلاس بلایا ہے۔ ۵ بجے تو شام کو بھی زیادہ سے زیادہ وقت ہمارے لئے جو ہوگا وہ جیسے آپ مناسب سمجھتے ہیں یا تو آپ ۳ بجے سے ۵ بجے تک جو کچھ ہو سکتا ہے کر لیں اور یا ۲ بجے تک جو کچھ ہو سکے۔ ابھی وزیر داخلہ صاحب نے وائنڈ اپ کرنا ہے۔ غالباً ۱۵، ۲۰ منٹ ان کو بھی چاہیں۔

جناب محمد اسلم خٹک: میں ۱۰ منٹ لوں گا۔

جناب چیئرمین: ۱۰ منٹ ان کو چاہئیں ہوں گے۔ تو اس کا آپ تعین کر لیں جو طریقہ کار آپ تجویز کریں گے میں اسی کو اپنانے کے لئے تیار ہوں۔

میر یوسف علی خان مگسی: جناب والا گذارش ہے کہ اگر کرم فرما کر کل کا دن آپ رکھ دیں

جناب چیئرمین : اس میں مشکل یہ ہے کہ پہلے دن ہی وزیر قانون صاحب نے جو کہ ابھی پھر ایکسپلین کر دیں گے ۔ بعض آرڈیننسز کو ایک مقررہ وقت تک اپنانا ہے ۔

میر یوسف علی خان مگسی : جناب! اس کے بعد کوئی دن رکھ لیں آپ سے بھی سخاوت کی امید رکھتے ہیں اور وزیر قانون صاحب سے بھی رکھتے ہیں ۔

جناب چیئرمین : وزیر قانون صاحب پوزیشن واضح کر دیں گے ۔ مجھے تو جیسی آپ کی ہدایات ہوں ۔ جیسے آپ رہنمائی کریں ۔ میں تو وہی کچھ کروں گا ۔

جناب اقبال احمد خان : جناب والا! عرض یہ ہے کہ مجھے بڑی خوشی ہو گی کہ زیادہ سے زیادہ مسائل پر اراکین اظہار خیال کریں اور ہمیں ان سے رہنمائی ملے ۔ میں نے جیسے گذارش کی تھی میری ذاتی رائے مختلف ہے کہ جو ۸ آرڈیننسز مارچ کے مہینے میں جاری ہوئے تھے ۔ ان کی ایکسپائر ہونے کی تاریخ ۱۱ جولائی اور آئینی پروویژنز کی ضروریات کے مطابق ہمیں ان کو ۱۱ جولائی تک ایڈاپٹ کرنا ہے ۔ اب میں معزز اراکین پر یہ قدغن نہیں لگا سکتا کہ وہ ان کے متعلق فیصلہ کریں ۔ ویسے میری ذاتی رائے میں ان میں سے اکثر آرڈیننسز ایسے ہیں کہ جن میں رسمی سی ترمیم ہے شریعت کورٹ کے فیصلے کے مطابق اور میری ذاتی رائے میں ان پر کوئی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہو گی ۔

میں نے اراکین کو اصلی آرڈیننسز جن میں ترامیم کی گئی ہیں ۔ مہیا کر دیئے تھے اگر یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس عرصے کے اندر وہ اس پوزیشن میں ہوں گے کہ ہمیں اپنی رائے سے نواز دیں تو ہمیں اس پر بحث ایکسٹنڈ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی ۔ اس لئے کہ کل کا دن جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے اس پر مزید صرف کریں تو باقی وقت ہمارے لئے ان آرڈیننسز کے لئے بچ جائے گا جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے ۔ ان کو اس کے لئے کھلا ٹائم دیا جائے گا ۔ لیکن چونکہ یہ آئین کی وجہ سے مشکل ہے اس لئے اس میں آپ دیکھ لیجئے گا یا یہ کہ خود فیصلہ فرما لیں کہ اس بحث کو اگر آج کچھ وقت لگا لیں تو میں یہ عرض کروں گا ۔ اپنے محترم وزیر داخلہ سے کہ انہوں نے جو اپنی اختتامی تقریر کرنی ہے وہ صبح پہلے کر لیں اور اراکین آج جتنا وقت ممکن ہے بحث کر لیں کیونکہ وہ وقت کا رسک نہیں لے سکتے ۔ یہ گذارش میں نے پہلے دن ہی کرنا تھی ۔ اور یہ ۲ دن بحث اس مسئلے پر کافی ہے اور ویسے بھی کبھی بھی ممکن نہیں ہوا کہ ہر رکن ایک مسئلے پر بحث کر سکے ۔ ہمیشہ کسی نہ کسی رکن کو قربانی دینی ہی پڑتی ہے لیکن بہر حال جناب چیئرمین! جیسے آپ فیصلہ فرمائیں ۔

جناب چیئرمین : ہاؤس کی رائے کیا ہے ؟

سردار خضر حیات خان : جناب میری استدعا یہ ہے کہ اب اگر ہاؤس کو کردیا جائے۔ اور دوبارہ ۳ سے ۵ بجے تک کر لیا جائے کیونکہ ۵ بجے ویسے بھی ہم نے آنا ہے اگر ہاؤس کا sense ہے تو مجھے منظور ہے۔

مولانا سمیع الحق : جناب چیئرمین صاحب ! میری گذارش یہ ہے کہ اگر حرج نہ ہو تو چونکہ یہ ایک اہم موضوع ہے اور ہر ممبر اس سلسلے میں اپنے خیالات پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اگر یہ بل ۱۱ جولائی کے بعد منظور ہو جائیں۔ کیونکہ ۱۸ افراد باقی ہیں اور گیارہ کے بعد اس کے لئے کوئی دن مقرر کیا جائے تو ہر شخص اپنی تسلی سے بحث کر سکے گا۔ اور جناب وزیر داخلہ بھی سب سے آخر میں اس تاریخ کے بعد اختتام پر اپنی تقریر فرمالیں گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس کے لئے پورا دن رکھا جائے۔

ایک معزز رکن : جناب چیئرمین ! میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسئلہ تھا امن و امان کا اور جو گذشتہ نیشنل اسمبلی کے اجلاس میں بھی یہ بات آگئی تھی اور ہمارے وزیر خزانہ نے جب بجٹ کا اعلان کیا تو ہمارے کاشتکار زمیندار جو تھے ان میں بے اطمینانی پھیل گئی ہے۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں آپ کو تقریر کا موقع دیں گے۔

ایک معزز رکن : آپ مجھے وہ وقت بتا دیجئے کیونکہ میں ذرا کمزور بھی ہوں اور بیمار بھی اس لئے مجھے آپ تاریخ اور وقت بتا دیجئے۔

جناب چیئرمین : وہ آپ کو ضرور بتائیں گے۔ فی الحال مسئلہ یہ ہے اور اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں فی الحال تو ۲ بجے تک اجلاس کو جاری رکھتے ہیں یا اگر اس وقت ختم کرنا چاہتے ہو تو تین بجے پھر ہم میٹ کرتے ہیں۔ ۵ بجے تک یہ بحث جاری رہے۔ اس کے بعد جن حضرات کو موقع ملتا ہے وہ بے شک اس سے فائدہ اٹھائیں جن کو نہیں ملتا تو اس بحث کو وائنڈ اپ کر دیں گے یہ ایک آپشن ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ کل سے جن وجوہات پر جناب وزیر قانون صاحب نے فرمایا کہ قانون سازی کے کام کو ترجیح دی جائے گی اور یہ بحث یہاں پر نامکمل چھوڑ دی جائے گی اس کے بعد اگر کوئی دن ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ حکومت کتنے دن یہ اجلاس چلانا چاہتی ہے۔ اس کے بعد یہ بحث پھر جاری رکھی جا سکتی ہے۔ جبکہ قانون سازی کا کام ختم ہو جائے۔

جناب اقبال احمد خان : جناب والا! میری تجویز ایک اور ہے کہ ۲ بجے تک آج اس کو جاری رکھا جائے کل اجلاس ساڑھے نو بجے کی بجائے ۹ بجے بلا لیا جائے اور اگر معزز اراکین اتفاق فرمائیں تو، جو بزنس شروع ہیں ہمارا ہے اس کو معطل کر کے ٹھیک ۹ بجے اس پر بحث شروع کر دی جائے اور مزید ۲ گھنٹے اس پر بحث کر لی جائے اور اس کے بعد جناب وزیر داخلہ صاحب اپنی اختتامی تقریر فرمالیں تو پھر ہم اپنا قانون سازی کا کام شروع کر دیں اگر یہ منظور ہو تو ٹھیک ہے اور اگر بعد دوپہر آنا چاہیئں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

جناب چیرمین : یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ کل ۹ بجے شروع کرتے ہیں اور وقفہ سوالات اور باقی چیزیں نہیں ہوں گی بلکہ براہ راست اس مسئلے پر بحث شروع ہو جائے گی۔

جناب احمد میاں سومرو : جناب یہ وزیر قانون صاحب ۱۴ تاریخ کیوں نہیں رکھ رہے ہیں۔ وہ ۱۴ تاریخ پر اس بحث کو رکھیں کیونکہ آرڈیننسز پر ہم ان سے تعاون کر رہے ہیں کہ آپ کے آرڈیننسز منظور ہو جائیں کیونکہ ۱۳ کو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ اس لئے ان کا حق نہیں جانا چاہیئے۔ ۱۴ تاریخ کا دن آپ اس بحث کے لئے نہیں دے سکتے۔

ایک معزز رکن : مجھے افسوس ہے کہ اس اہم مسئلے کی طرف آپ لوگ توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ یہ ہم لوگ آپ کے لئے روزی کماتے ہیں۔ آپ دوست ہماری روزی کھاتے ہیں اور ہمیں اتنا وقت بھی نہیں دیتے کہ ہم اپنے مسائل آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔

جناب چیرمین : آپ ذرا صبر کریں۔ آپ کو وقت دیا جائے گا۔

جناب اقبال احمد خان : جناب آئیڈیا یہ تھا کہ چونکہ یہ بحث شروع ہو چکی ہے۔ اب اس کو درمیان میں معطل کر کے پھر ۴ دن کے بعد شروع کریں تو شاید اس کا جو ٹینشنل ایمپیکٹ ہونا ہے وہ نہ رہے گا میرا خیال یہ تھا اس کو جاری رکھ کر اس کو مکمل کریں تو جناب میری گذارش یہ ہے کہ چلئے کل ۱۱ بجے کی بجائے ۱۲ بجے کر لیں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اس کو مکمل کر لیں اس کے بعد اگر قانون سازی کے سلسلے میں کوئی مسئلہ ہو گا تو میں آپ کے ذریعے سے اس ہاؤس کی خدمت میں عرض کر دوں گا کہ بعد دوپہر سیشن کر کے لیجیلیشن کو مکمل کر لیں گے جہاں تک پرائیویٹ ممبرز ڈے کا تعلق ہے ہمارا اس کو dispense with کرنے کا کوئی ارادہ

[Mr. Iqbal Ahmad Khan]

نہیں ہے۔ اس کا موقع دیا جائے گا اور اس کے علاوہ مزید قانون سازی کا کام بھی آپ کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ جو بعد میں آپ ڈسکس کریں گے۔ جو پہلے پیش کئے گئے ہیں اس میں وقت کی مد تھی۔ اس کے علاوہ کچھ اور بلز آپ کی خدمت میں غالباً کل پیش کئے جائیں گے۔ وہ بعد میں آپ ڈسکس کریں۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے بھی آپ Avail کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بمقصد یہ ہے کہ اس بحث کو ہم تواتر کے ساتھ مکمل کر لیں۔

جناب چیئرمین: ابھی اس بحث کو دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ ۲ بجے تک، تین بجے ہم پھر میٹ کرتے ہیں ۵ بجے تک۔

مولانا سمیع الحق: نہیں نہیں جناب، قیلولہ جو ہے وہ سنت ہے۔ قیلولے کو مس نہ کرائیں یہ سب لوگ اونگھ رہے ہیں۔

میر نبی بخش زہری: جناب چیئرمین! جن صاحبان نے کل اور آج تقریریں کی ہیں اور جو لوگ اس میں دلچسپی لیتے تھے۔ میرے خیال میں انہوں نے ۹۰ فیصدی ہر علاقے کے متعلق کہہ دیا ہے۔ اب جیسے جناب فرماتے ہیں۔ جتنے لوگوں کو آپ اجازت دیں گے۔ وہ ان کو ریپیٹ نہیں کریں گے۔ بلکہ کوئی نئی بات ہو، یا کوئی مشکل بات رہ گئی ہو وہ آپ کے توسط سے ایوان کے نوٹس میں لائیں گے۔ اس موجودہ بحث کو کئی دن کے بعد رکھنا مناسب نہیں ہے اور اس لحاظ سے کہ ۱۱ تاریخ کو ہم نے وہ بل پاس کرنے ہیں۔ تو میں ذاتی حیثیت سے یقین دلاتا ہوں کہ lapse ہونے کا جو مسئلہ ہے ہم اس سے پہلے وہ پاس کرا دیں گے۔

جناب چیئرمین: میری تجویز اس صورت میں یہ ہوگی کہ دو بجے تک ہم چار پانچ دوستوں کو اور سن لیتے ہیں۔ کل کو کسچن آور، پریولیج موشن کو معطل کرتے ہیں۔ اور کل بارہ بجے تک اسی بحث کو جاری رکھا جائے۔ اور اس کے بعد پھر قانون سازی کا عمل شروع کیا جائے۔

مولانا سمیع الحق: حضرت یہ ہمیں منظور نہیں ہے یہ تو بہت اہم مسائل ہیں۔

جناب چیئرمین: منسوخ اس کو کوئی نہیں کرتا۔ اس کو دوسرے دن کے لئے ملتوی کیا جائے گا۔ لیکن یہ بحث بھی تو ختم کرنی ہے۔ کوئی طریقہ کار ہونا چاہیئے۔ منسوخ کوئی نہیں کرتا۔

قاضی حسین احمد : وہ منسوخ ہی ہو جاتی ہیں ۔ جب دوسرے دن کا حق چھن جاتا ہے۔

جناب چیئرمین : اس کو زیادہ جلدی میں نمٹایا جا سکتا ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ اگر یہی طریقہ کار منظور ہے تو یہی اپناتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق : کل کا سارا کام معطل نہ کرائیں ۔ جو ضروری ہے۔

جناب چیئرمین : یہی تو عرض ہے کہ دو بجے کے بعد وہ میٹ نہیں کر رہے اب کل کے لئے کیا طریقہ کار ہو گا؟

قاضی حسین احمد : ہماری تجویز یہ ہے کہ اس کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمائیں ۔

ایک معزز رکن : اگر ہاؤس کو ایک اور دن دے دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر ایک رسم پوری کرنی ہے کہ ہر آدمی دو، دو چار، چار باتیں کرے۔ تو وہ اور بات ہے وہ مقصد پورا ہو چکا ہے ۔ اور اگر لوگوں کو سننا ہے تو ان کو سنا جائے یہ ہماری آپ سے درخواست ہے۔

جناب چیئرمین : ہفتے میں ایک دو دن ویسے بھی کوائسچن آور نہیں ہوتے۔ اور اس کا ہم نے ابھی تک تعین نہیں کیا اور اگر کل کا کوائسچن آور پوسٹپون بھی ہو جائے تو یہ اس دن میں شمار ہو گا۔ جس میں کوائسچن آور نہیں ہوتے۔

سید عباس شاہ : سر، یہ بہتر طریقہ ہے کیونکہ یہ بحث جاری ہے اور ہر آدمی اس کے لئے تیار ہو کر آیا ہے اور ہر آدمی کی خواہش ہے کہ اس میں حصہ لے۔ کچھ معزز ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کر لیا ہے ۔ اور وہ یہ موقع دوسروں کو نہیں دینا چاہتے۔ میرا تو یہی خیال ہے۔

جناب چیئرمین : نہیں نہیں، میرے خیال میں کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔

منگل کو Procedurally ہم وہ دن مقرر کرتے ہیں ۔ جس دن کوائسچن آور نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہفتے میں ایک دن ہوتا ہے جس میں کوائسچن نہیں ہوتے پرائیویٹ ممبر ڈے پر بھی کوائسچن ضروری نہیں ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں ۔ تو

[Mr. Chairman]

پرائیویٹ ممبرز ڈے پر بھی کوائیچن ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہفتے میں ایک دن کل کے لئے یہ مقرر کر لیتے ہیں۔ اور جو وزیر انصاف صاحب کی تجویز ہے کل بارہ بجے تک اس بحث کو جاری رکھتے ہیں۔ اور اگر ہم ٹائم کا لحاظ رکھیں تو ابھی پانچ، چار سپیکر اور بول سکتے ہیں تو اسی پر آمنا و صدقنا کر کے اور بسم اللہ کر کے پھر بحث کو شروع کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق: کل پھر تحریک استحقاق اور تحریک التوا بھی نہیں ہوں گے۔ یا پھر سوالات،

جناب چیئرمین: آدھا گھنٹہ ایڈجرنمنٹ موشن کا جو ہے وہ ہم لے لیں گے، اور اگر بیچ میں استحقاق بھی ہوا تو وہ بھی لے لیں گے۔ صرف سوالات نہیں ہوں گے۔ جناب محمد عمر صاحب چلے گئے ہیں یا ہیں۔ (موجود نہیں ہیں) میرے خیال میں پھر مولانا سمیع الحق صاحب سے ہی شروع کرتے ہیں۔ بسم اللہ،

مولانا سمیع الحق: محترم میں تو ۱۴ تاریخ کا اس لئے کہہ رہا تھا کہ کوئی تیاری کر لوں گا۔

جناب چیئرمین: یہ بالکل غلط بات ہے یعنی کل بھی آپ لوگوں کی تیاری کیلئے ملتوی کرنا پڑا آج بھی، یعنی جن لوگوں کے نام پکارے جاتے ہیں۔ وہ پھر یہ نہ کہیں کہ ہمیں موقع نہیں دیا گیا۔

مولانا سمیع الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب محترم چیئرمین صاحب، ملکی حالات پر ہمارے فاضل ارکان نے نہایت سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ امن عامہ کی صورت حال اور ملک کی اخلاقی حالت خاص طور پر رشوت ستانی، ظلم و ستم حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بالکل احساس نہ ہونے کا سلسلہ زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو چکا ہے۔ دراصل بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم تضادات کے شکار ہوتے ہیں۔ یہاں جتنی بھی اچھی باتیں کئی سالوں سے کہی جا رہی ہیں۔ اور کچھ اقدامات بھی کئے گئے ہیں لیکن ساتھ ساتھ مریض کو دوائی بھی دیں اور زہر بھی کھلاتے رہیں۔ تو وہ دوا کبھی بھی موثر نہیں ہو سکتی۔ یہاں اسلامی نظام کے سلسلے میں جتنے بھی اقدامات ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ برائی بدی اور شر انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔

یہاں ہیروئین کا ذکر بہت زیادہ ہو رہا ہے اور یہ ہے بھی بہت ضروری، لیکن ہیروئین سے بھی بڑھ کر جو وی سی آر گلی گلی اور گھر گھر پہنچ گیا ہے۔ اور بلیو پرنٹس تمام دیہات گھروں میں، حجروں میں نوجوان بچے دیکھ رہے ہیں۔ ان سے ان کا دماغ، ان کا ذہن مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہاں اگر بچے کا بچپن ویڈیو گیم کے ساتھ کھیلتے ہوئے گزرے گا۔ اور جوانی وی سی آر پر بلیو پرنٹ دیکھنے میں صرف ہو گی۔ اور شیر خواری کا زمانہ سور کی چربی سے ملے ہوئے دودھ سے گزرے گا تو اس بچے سے ہم کس طرح مستقبل کی بہتری اور بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

یہاں سودی نظام کے بارے میں آپ نے بھی خراج تحسین پیش کیا تھا۔ یہ تضادات کی میں ایک مثال دے رہا ہوں۔ اور اللہ کرے کہ اعلان کے ساتھ ۳۰ جون کے بعد سودی نظام یکسر ختم کر دیا جائے۔ آپ نے پچھلے سال بھی وعدہ کیا تھا۔ لیکن آج کے اخبار میں جب قوم یہ دیکھتی ہے کہ ایک طرف سودی نظام کے خاتمے کا اعلان ہوا ہے اور دوسری طرف آج کے نوائے وقت میں ہے کہ وفاقی حکومت صوبائی حکومتوں اور دیگر اداروں سے گیارہ ارب روپے بطور سود وصول کرے گی اور حکومتی لین دین میں سود کی رقم میں ۲۰ فیصد اضافہ ہو گا۔ یہ ان تضادات کی ایک مثال ہے اور قوم پھر سوچتی ہے کہ حکومت جب اعلانات اس طرح کرتی ہے اور اس کی پیچھے پالیسیاں اور طرح کی ہوتی ہیں۔ تو پھر قوم بھی کوئی جوابدہی عنداللہ محسوس نہیں کرے گی۔

اصل چیز جس کی طرف کئی ارکان نے توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ پورے نظام کو یکسر بدلنا ہے۔ کیونکہ برصغیر کی جو حالت تھی اور ابتری پھیلی ہوئی تھی تو ہمارے ایک عظیم مصلح اور مفکر شاہ ولی اللہ نے کہا تھا کہ "فک کل نظام" ان کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بشارت دی کہ اب یہاں جو بھی نظام مروج ہے۔ وہ سب ناکام ہوا ہے۔ اس سب کو تہس نہس کر کے اس کے بجائے نئے سرے سے جو اللہ اور رسول کا دیا ہوا نظام ہے اس کو لے آؤ۔ محترم چیئرمین صاحب! یہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور نظریاتی مملکت میں اصلاح بغیر اس نظریے کے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ نہ سیکولرازم اس نظریہ کو اپنانے کے بغیر آیا ہے۔ نہ سوشلزم اس نظریہ کو اپنانے کے بغیر آیا ہے۔ اور نہ اسلام اور نہ اسلامی نظام اور اصلاح بغیر اس

[Maulana Sami-ul-Haq]

نظر ہے کے آسکتی ہے۔ اگر ہم ہزاروں طریقے پولیس کے ذریعے، فوج کے ذریعے، قوانین کے ذریعے اختیار کریں تو یہ ایک عطائی حکیم کا علاج ہوگا۔ جس سے پھوڑا اندر سے بھرا ہوا ہو اور وقتی طور پر مرہم پٹی لگائیں۔ ہوشیار حکیم جب تک نشتر نہیں لگائے گا۔ اور اندر سے خرابی کی جڑ نہیں دیکھے گا۔ اس کے بغیر پھوڑے پھنسیاں ختم نہیں ہوں گی وہ تھوڑی دیر کے لئے دب جاتی ہیں۔ پھر اور شدت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ تو اب اس کے لئے ہم پورے اسلامی نظام کو اس ملک میں فوراً رائج کریں۔

یہاں دستور کا ذکر ہوتا ہے کہ ۷۳ء کا دستور آجائے گا اور جمہوریت مکمل طور پر بحال ہو جائے گی اور ساری خرابیاں ختم ہو جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں علی بصیرۃ کہ ۷۳ء کا دستور بھی ہماری مشکلات کا حل نہیں ہے۔ نہ وہ جمہوری ہے اور نہ وہ اسلامی ہے اور اس کے بارے میں سینکڑوں ہمارے پاس دلائل اور شواہد اور ترامیم ہیں جس کو اس وقت مسترد کر دیا گیا تھا۔ اگر آپ کو اسی دستور کو بھی رکھنا ہوگا۔ تو اس کو مکمل اسلامی اور جمہوری بنانے کے لئے ترامیم کرنا ہوں گی۔ اس سلسلہ میں اسلام نے جو سب سے بڑی توجہ ملک کی اصلاح کے لئے دی ہے۔ وہ اصلاح معاشرہ پر دی ہے۔ اصلاح معاشرہ اتنا بھرپور ہو کہ اندر دلوں میں انقلاب آجائے اور خشیت خداوندی اور تقویٰ جب تک دلوں میں نہیں آئے گا تو ہزار قانونی پابندیوں اور تعزیرات اور حدود کے ذریعے ہم کوئی اصلاح اس ملک میں لانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ حکومت اس طرف توجہ دے کہ فرد کی تعمیر ہو اور اخلاق کا تزکیہ ہو اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت ایسی ہو کہ وہ ایک صحیح اور شریف انسان بن سکے۔ ہم نے نظام تعلیم پر ۳۷ سال میں کیا توجہ دی ہے؟ وہ ہوسٹلوں میں ہیروئن نہیں پئیں گے تو اور کیا کریں گے۔

محترم چیئرمین صاحب! میں بنیادی چیز کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدارا جلد از جلد اس ملک میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے احکامات جاری کریں اور منکرات کو روکیں اور اخلاق کی تربیت کی ایک پوری مہم چلائیں۔ ہم ہر چیز کے لئے ہفتے مناتے ہیں۔ ہم نے کبھی اصلاح معاشرہ اور تزکیہ اخلاق کی مہم نہیں چلائی۔ جب خدا کا خوف دلوں میں پیدا ہوگا تب معاشرہ صحیح ہوگا لیکن اگر امانت جس کو اللہ تعالیٰ

نے امانت کہا ہے یعنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس، جب تک وہ امانت کا جذبہ پیدا نہیں کیا جائے گا۔ تو نہ حقوق سمجھے جائیں گے اور نہ فرائض سمجھے جائیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا وقت آئے گا کہ آپ پورے شہروں میں پھریں گے۔ کہ امانت کس کے دل میں ہے لیکن آپ کو کہا جائے کہ فلاں شہر میں فلاں دکاندار یا فلاں شخص ہے اس کے دل میں صرف امانت باقی ہے اس سے لین دین کرو۔ تو یہ امانت ہمارے دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے۔ اور اس کی جگہ مادہ پرستی اور ہوس اور یہ کہ دولت کو جس طریقے سے بھی چاہیں حاصل کریں پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ جب تک یہ بیماری ہمارے ملک میں رہے گی تو کوئی بھی اصلاح قوانین کے ذریعے سے نہیں ہو سکے گی۔ وآخر الدعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: ملک محمد علی خان صاحب!

ملک محمد علی خان: جناب چیئرمین! آج اس معزز ایوان میں امور داخلہ زیر بحث ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے سب سے پہلے یہ بات کہنا ہے۔ کہ جو وزارت اس وقت زیر بحث ہے، میں نہایت معذرت کے ساتھ عرض کروں گا، اس کے اختیارات انتہائی محدود ہیں۔ اسے اپنے خفیہ ذرائع پر بھی کنٹرول نہیں ہے۔ مگر یہ اس قدر بھی کمزور نہیں ہے کہ یہ پاکستان کے شہریوں کے حقوق نہ دلوا سکے یا زبردستی نہ چھین سکے۔ چھیننے سے میری مراد یہ نہیں ہے۔ اصل مقصد میرا یہ ہے کہ شہری آزادی کے سلسلے میں یہ ان کو حقوق دلوا سکے۔ اس ملک میں الیکشن ہو چکے ہیں۔ صوبائی حکومتیں اور مرکزی حکومت بھی وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو کی قیادت میں قائم ہو چکی ہیں مگر ابھی تک شہری آزادیوں کی طرف کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

جناب والا! ابھی تک پاکستانی عوام اجتماعات سے محروم ہیں بنیادی حقوق معطل ہیں، سیاسی لیڈروں اور دانشوروں کی خفیہ نگرانی کی جا رہی ہے۔ اور کل ہی جناب وزیر انفارمیشن نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ پریس پر سنسر شپ موجود ہے۔

[Malik Muhammad Ali Khan]

جناب والا! اگر یہ منتخب حکومت بھی اس ملک کے ان عوام کی خواہشات کا احترام نہ کر سکی جن کی وجہ سے یہ حکومت معرض وجود میں آئی ہے اور جو جوش وخروش انہوں نے انتخابی عمل میں دکھایا ہے ان کی امنگوں کے مطابق نتائج مرتب نہ ہو سکے اور ان کی سوچ کے مطابق فیصلے نہ ہو سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملکی اور قومی مفاد میں نہیں ہوگا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آج ہی اور یکدم ہی اس قسم کی پالیسیاں اختیار کی جائیں، رفتہ رفتہ جو بھی پوزیشن ہے جو اس حکومت نے پالیسی اختیار کرنا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں مگر ایک بات جو یقینی ہے وہ یہ ہے کہ اس منتخب حکومت پر عوام کا اعتماد متزلزل نہیں ہونا چاہیئے۔ جناب چیرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ گذارش کروں گا کہ اس منتخب ایوان اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے عوام کو بنیادی حقوق دینے کی طرف پیش قدمی کی جائے اور انہیں بحال کیا جائے۔ میں یہ بات اس لئے بھی کہتا ہوں کہ موجودہ انتخابات مارشل لاء حکام کی مرضی اور منشا کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں اور ان کے بھی وقار کا یہ مسئلہ ہے کہ انہوں نے جو الیکشن کرائے وقت اس ملک کے عوام کے ساتھ وعدہ کئے تھے ان کو پورا کیا جائے۔ تاکہ مارشل لاء پر بھی جو قوم کا اعتماد ہے وہ بحال رہ سکے۔

جناب والا! دوسرا نکتہ جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے قومی معاشرے پر باہر سے کچھ ایسے لوگ آگئے ہیں جنہوں ہمارے روزمرہ کے معاملات اور سکون کو برباد کر دیا ہے اس طرف میرے ایک دوست نے اشارہ بھی کیا ہے افغان مہاجرین کا مسئلہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔

جناب والا! میں افغان مہاجرین کی مخالفت نہیں کر رہا وہ ہمارے ملحقہ مسلمان ملک کے مسلمان بھائی ہیں۔ مجھے اس سلسلہ میں ضرورت اس لئے محسوس ہوئی گذارش کرنے کی کہ افغان مہاجرین کو جو ہم نے میزبان ہونے کی حیثیت سے مراعات دی ہیں ان سے وہ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں اور ان پر بھی پاکستان کی تعزیرات کی عملداری ہونی چاہیئے۔ جناب والا! افغان مہاجرین کے بارے میں ہماری ہمدردیاں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں وہ ہمارے معزز مہمان ہیں اور ہم نے اپنی سلامتی تک کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔

جناب والا! ہر ایک چیز کی حد ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ گذارش کرونگا کہ ہمارے ان مہمانوں کی وجہ سے ہمارے بچے نشے کے عادی ہو رہے ہیں۔ اور ہماری گلیاں، محلے اور بازار بدنمائی کا داغ دکھائی دے رہے ہیں۔ ایک چیز میں عرض کرتا ہوں کہ کراچی میں ابھی حال ہی میں جو واقعات پیش آئے ہیں۔ ان میں بھی افغان مہاجرین نہ سہی لیکن ان عناصر کا بھی ہاتھ ہے جو ہمارے ہاں غیر قانونی طور پر بنگلہ دیش سے بہاری بھائی آئے ہوئے ہیں۔ ایک فریق یہ ہیں اس سے صرف یہ بلکہ ہمارے ٹرانسپورٹر حضرات کے جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں افغان مہاجرین کی وجہ سے کاروبار کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ سمگلنگ عروج پر پہنچ گئی ہے اور اس طرح ہمارے ملک کی معیشت بری طرح سے متاثر ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! میں وزیر داخلہ صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ وہ ہمارے معزز مہمان ہیں، ہمیں ان کا احترام ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ان کی مصیبت میں ان کا ساتھ دیتے رہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ بھی ہماری مدد فرمائے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک قانون کا تعلق ہے ان سے بھی اس کا احترام کرایا جائے۔

تیسرا مسئلہ رشوت بدعنوانی اور امن و امان کی صورت حال کا ہے میرے دوستوں نے اس پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ بڑی اہم بات ہے کہ ہمارے ہاں بین الصوبائی جرائم ہیں۔ یعنی ایک صوبے میں کوئی ایک جرم کرتا ہے تو وہ جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد دوسرے صوبے میں چلا جاتا ہے۔ اور وہ وہاں اپنی زندگی روزمرہ کے معمولات کے مطابق گذارتا رہتا ہے۔ اس کی مثال میں یوں پیش کرتا ہوں کہ اٹک کے پار ایک آدمی قتل کرتا ہے اور دوسری طرف جانے کے بعد وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور عمل اس حد تک لمبا ہے کہ صوبہ پنجاب کے ہوم سیکرٹری کو صوبہ سرحد کے ہوم سیکرٹری کو اس کی گرفتاری کے لئے لکھنا پڑتا ہے۔ تو یہ معاملہ اس قدر طویل ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ مجرم قبائلی

[Malik Muhammad Ali Khan]

علاقے میں پہنچ جاتا ہے۔ جناب والا! اس مسئلے پر غور کیا جانا چاہیئے اور جہاں تک ایک مجرم کے ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں جانے کا تعلق ہے اس پر اگر نظر ثانی کی جائے تو بہتر ہوگا۔ آخر میں میں گذارش کروں گا کہ پاکستان ایک نظریئے کی خاطر وجود میں آیا ہے۔ ہم ایک ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک قوم ہیں۔ جناب والا! جہاں تک صوبائی تعصب کا تعلق ہے میں ان لیڈران سے جو حکومت میں ہیں یا حکومت سے باہر ۔ میں گذارش کروں گا کہ صوبائی تعصب پھیلانے سے گریز کیا جائے تاکہ ۱۹۷۱ء کے واقعات دہرائے نہ جا سکیں۔

جناب چیئرمین: حسین بخش بنگلزئی صاحب!

میر حسین بخش بنگلزئی: جناب چیئرمین صاحب! چونکہ یہ کوئی تقریری مقابلہ تو نہیں کہ جس میں لفاظی کا سہارا لیا جا سکے۔ ہمارے ملک کے کچھ تلخ حقائق ہیں جن کو بیان کرنا ازحد ضروری ہے۔ ان حقائق کو اس معزز ایوان میں جس بھرپور انداز میں میرے محترم دوستوں نے بیان کیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں باقی کچھ نہیں بچتا کہ میں اس کی تفصیل میں جاؤں۔ جن معاملات کو دوستوں نے جس انداز میں بیان کیا ایک عام آدمی ان تمام معاملات کو سننے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مجھے تو کم از کم اس ملک سے مائیگریٹ کر جانا چاہیئے۔ لیکن ہم اس بات کا احساس دلانا چاہتے ہیں کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ جن کے اندر اس قدر عزم اور ہمت ہے اور ہمارے اندر اس قدر بالیدگی ہے کہ ہم اپنے اس معاشرے کو چیلنج کریں گے۔ اور اچھے انداز میں چیلنج کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ مسائل کیوں کر پیدا ہوئے؟ یہ مسائل ہمارے گھر کے مسائل ہیں اور اپنے گھر کے مسائل کو ہم نے مل بیٹھ کر طے کرنا ہے بجائے اس کے کہ ہم مسائل سے گریز کا راستہ اختیار کر لیں۔ جب تک ہم مسائل سے گریز کا راستہ اختیار کرتے چلے جائیں گے۔ ہم مسائل کا حل نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔ اس وقت ایک چیز جو ہمارے ملک کے اندر انتہائی ضروری ہے وہ سسٹم کے اندر مکمل چینج ہے

جیسے کہ علامہ اقبال نے فرمایا کہ

نقش نو باید نہاد نقش نو باید نہاد

اب اس مختصر سے وقت میں اس نقش نو کا نقشہ تو میں نہیں کھینچ سکتا لیکن اتنی سی بات میں میں ضرور اس معزز ایوان کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا کہ انصاف حاصل کرنے کے لئے جن قوانین کو ملک کے اندر نافذ العمل ہونا چاہیئے وہ قوانین اس قدر زیادہ ہیں کہ ان قوانین کے ذریعے انصاف کے حصول میں ایک شہری کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکتی کہ کون سا وہ دروازہ ہے جہاں پر اس کو مکمل انصاف مل سکتا ہے۔ اس کی میں ایک معمولی سی مثال آپکی خدمت میں عرض کروں گا کہ گوادر اس ملک کے اندر ایک بندرگاہ ہے۔ وہ ایک ایسی بندرگاہ ہے کہ جس سے باقاعدہ امپورٹ اور ایکسپورٹ کی جا سکتی ہے لیکن آپکو پتہ ہونا چاہیئے آپکے توسط سے میں اس ہاؤس کو اور وزیر داخلہ کو یہ بتا دینا چاہوں گا کہ گوادر سے امپورٹ اور ایکسپورٹ نہیں ہو رہی۔ کیوں نہیں ہو رہی ہے صرف ایک کی بجائے دس قوانین کی موجودگی میں گوادر کو امپورٹ اور ایکسپورٹ کے لئے استعمال نہیں کیا جا رہا۔ اگر کوئی سامان امپورٹ کیا جائے تو بیک وقت گوادر کی بندرگاہ پر کئی قوانین نافذ ہیں۔ کسٹم کا قانون الگ ہے۔ اور پوسٹ گارڈز کا قانون الگ ہے۔ سول کا قانون الگ ہے اور انتظامیہ کا قانون الگ ہے اب ایک شخص جو مال اپنے ملک کے اندر لاتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے دوستوں نے کہا کہ کسٹم پر کیا ریٹ چل رہے ہیں۔ اور ان ریٹس کے حساب سے اگر ایک سوداگر اور تاجر کسی ایک لاء سے اپنی جان چھڑانا چاہے تو دوسرے لاء میں اس کو involve کیا جاتا ہے۔ دوسرے لاء سے جان چھڑوانا چاہے تو تیسرے لاء میں اس کو involve کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مختصر مثال میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی ہے۔ اس لئے میں تجویز دوں گا کہ پورے ملک کے سسٹم کو چینج کرنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے کہ وہ قانون جس سے انصاف کا حصول ممکن ہو اور آسان بھی ہو۔

اینٹی کرپشن کے بارے میں عرض کروں گا کہ اینٹی کرپشن محکمے جس انداز میں

[Mir Hussain Bakhash Bangulzai]

اس وقت کام کر رہے ہیں وہ تو سوائے اس کے کہ کرپشن کو مزید فروغ دے رہے ہیں ۔ باقی ان کے ان کاموں کے نتیجہ میں کم از کم ملک کو کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے ۔ اس سلسلے میں کہ اس تبدیلی کو کس طرح سے لایا جائے ۔ اس چینج کو لانے کے لئے ایک تجویز میں جناب وزیر داخلہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پبلک نمائندگی گورنمنٹ افیئرز میں بہت ضروری ہے ۔ پبلک نمائندگی کو گورنمنٹ افیئرز میں جتنا آپ زیادہ انوالو کریں گے آپ کو اتنے ہی بہتر نتائج بھی ملیں گے ۔ باقی سیر حاصل بحث تو میرے دوستوں نے کی ہے ۔ وقت بھی دو بجے کا ہے ۔ حال بھی خالی ہوتا جا رہا ہے ۔ میں ان مختصر معروضیات کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین : بہت بہت شکریہ ۔

جناب اقبال احمد خان : جناب چیئرمین ! میں نے آپ کا وقت لیا آپ کی مہربانی ۔ ہم نے شریعت کورٹ کے فیصلے سرکولیٹ کئے ہیں ۔ جن کے مطابق ہم نے کچھ قوانین میں ترامیم کی ہیں ۔ چونکہ ان کے اوپر وضاحت سے نہیں لکھا ہوا ہے ۔ ممکن ہے کچھ معزز سینٹرز کو یہ خیال ہو کہ یہ کیا سرکولیٹ کر دیا ہے تو یہ جتنے شریعت کورٹ کے آرڈرز ہیں وہ ہم نے سرکولیٹ کئے ہیں ۔ ان کے اوپر یہ نہیں لکھا ہوا تو یہ تصور فرمالیں کہ یہ شریعت کورٹ کے فیصلے ہیں ۔

جناب چیئرمین : بہت شکریہ ! اجلاس کل تک ملتوی کیا جاتا ہے سوالات کا وقفہ نہیں ہوگا ۔ لیکن اجلاس ساڑھے نو کی بجائے نو بجے شروع ہوگا ۔ اور اگر پریویلج موشنز اور ایڈجرنمنٹ موشنز ہیں ۔ تو ان کو لیا جائے گا ۔ اور دو گھنٹے اس بجٹ کے لئے اور ہوں گے ۔ میں سب حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ ابھی تک ہماری لسٹ پر پندرہ سولہ سپیکرز موجود ہیں ۔ ان کے نام میں لینا نہیں چاہتا ۔ اس میں ہم اور مزید اضافہ نہیں کریں گے ۔ لیکن آپ اپنی تقریروں کو بھی اس لحاظ سے مختصر کر دیں کہ زیادہ سے زیادہ سات منٹ سے اوپر ٹائم نہ لیا جائے ۔ اور چونکہ کل ہم نے ایک اور اہم کام لینا ہے تو میں پابندی سے اس کو

انفورس کروں گا کہ کوئی تقریر سات منٹ سے نہ بڑھے۔ بہت بہت شکریہ۔
اجلاس کل نو بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

The House adjourned till nine of the clock in the morning on Tuesday, July 9, 1985.

PCPPI—O/4453(85) Senate—300—18-1-86.